قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃالمبارک 23/ستمبر 2022ء | 26/صفر 1444 ہجری قمری | 23/تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:204

ارشادِ باری تعالیٰ

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۸﴾ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۹﴾ وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ﴿۲۰﴾ وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ﴿۲۱﴾

(الغاشیہ:18-21)

ترجمہ: کیا وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کئے گئے؟ اور آسمان کی طرف کہ اُسے کیسے رِفعت دی گئی؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے مضبوطی سے گاڑے گئے؟ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے ہموار کی گئی؟

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ)

فرمانِ خلیفۂ وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت امیر کے بارے میں اور بھی بہت سے ارشادات ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ اطاعت اور فرمانبرداری کے حکم دیئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہی ایک راز ہے جو جماعتی ترقی کے لئے جاننا ضروری ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جاننا ضروری ہے جو جماعت سے منسلک ہے۔ پس اس بات کو سمجھنے کی افراد جماعت کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خاص طور پر آجکل کے دور میں جبکہ آزادی کے نام پر ان غلط خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ کیوں ہم پابندیاں کریں؟ کیوں ہمارے پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں؟ کیوں ہمیں بعض معاملات میں آزادی نہیں؟ ایک احمدی مسلمان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے ہر جائز آزادی اپنے ماننے والوں کو دی ہے۔ اور جتنی آزادیاں اسلام میں ہیں شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ہوں بلکہ اس کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ لیکن بعض حدود جو قائم کی ہیں وہ انسان کے اپنے اخلاق کی درستی کے لئے، روحانی ترقی کے لئے اور جماعتی یکجہتی کے لئے اور جماعتی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہیں اور ان کے اندر رہنا ضروری ہے۔

یہاں میں عہدیداروں کو بھی کہوں گا کہ اگر جماعتی ترقی میں مد و معاون بننا ہے اور عہدے صرف بڑائی کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنے اظہار کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنی انا کی تسکین کی خاطر نہیں لئے گئے تو اطاعت کے مضمون کو سمجھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہر سطح کے عہدیداروں کو ہے۔ اگر عہدیدار اس مضمون کو سمجھ جائیں تو افراد جماعت خود بخود اس کی طرف توجہ کریں گے۔ اور ہر سطح پر اطاعت کے نمونے ہمیں نظر آئیں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جون 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

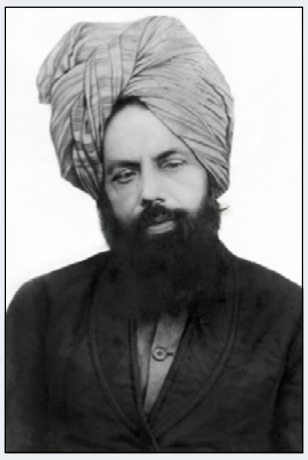

قرآن شریف میں جو یہ آیت آئی ہے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ (الغاشیہ:18)۔ یہ آیت نبوّت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی معاون ہے۔ اونٹ کے عربی زبان میں ہزار کے قریب نام ہیں اور پھر ان ناموں میں سے اِبِل کے لفظ کو جو لیا گیا ہے اس میں کیا سرّ ہے؟ کیوں اِلَی الۡجَمَل بھی تو ہو سکتا تھا؟ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جَمَل ایک اونٹ کو کہتے ہیں اور اِبِل اسم جمع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو چونکہ تمدّنی اور اجمالی حالت کا دکھانا مقصود تھا اور جَمَل میں جو ایک اونٹ پر بولا جاتا ہے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا اسی لئے اِبِل کے لفظ کو پسند فرمایا۔ اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوّت رکھی ہے۔ دیکھو اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اس اونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیشرَو کے ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔ پھر سب اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے۔ جیسے گھوڑے وغیرہ میں۔ گویا اونٹ کی سرشت میں اتباعِ امام کا مسئلہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کہہ کر اس مجموعی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ اونٹ ایک قطار میں جا رہے ہوں۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدّنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قطار سفر کے وقت ہوتی ہے۔ پس دنیا کے سفر کو قطع کرنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جاوے۔

پھر اونٹ زیادہ بارکش اور زیادہ چلنے والا ہے۔ اس سے صبر و برداشت کا سبق ملتا ہے۔

پھر اونٹ کا خاصہ ہے کہ وہ لمبے سفروں میں کئی کئی دنوں کا پانی جمع رکھتا ہے۔ غافل نہیں ہوتا۔ پس مومن کو بھی ہر وقت اپنے سفر کے لئے تیار اور محتاط رہنا چاہئے اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی (البقرہ:198)۔

اُنۡظُر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھنا بچوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اس سے اتبّاع کا سبق ملتا ہے کہ جس طرح پر اونٹ میں تمدّنی اور اتحادی حالت کو دکھایا گیا ہے اور ان میں اتباعِ امام کی قوت ہے۔ اسی طرح پر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتبّاعِ امام کو اپنا شعار بناوے۔

کیونکہ اونٹ جو اس کے خادم ہیں ان میں بھی یہ مادہ موجود ہے۔

کَیۡفَ خُلِقَتۡ میں ان فوائد جامع کی طرف اشارہ ہے جو اِبِل کی مجموعی حالت سے پہنچتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 393-394 ایڈیشن 1988)

اس شمارہ میں

- ہمارا خلافت پہ ایمان ہے (منظوم)
- ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
- پاکستان کے احمدیوں پر مظالم کی داستان
- چوہدری شمس الدین مرحوم لاہور کا ذکر خیر
- رپورٹ عوامی سیاسی و جمہوری میلہ ڈنمارک
- میڈیکل کیمپ ہیومینیٹی فرسٹ

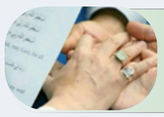

دربارِ خلافت

اسلام کے تعارف پر مشتمل جاپانی زبان میں ایک کتاب کی تیاری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اپنی جماعت کے افراد کو اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتا دیکھنا چاہتا ہوں جس سے وہ اپنے مقصدِ پیدائش کو حاصل کر کے پھر اس کے مدارج میں ترقی کرتے چلے جائیں ان کے درجے بلند ہوتے چلے جائیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حاصل کرنے والے بنتے چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری جماعت میں ایسے لوگ ہوں جو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر بطور گواہ ٹھہریں۔ کیا قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب ہے اس کی عظمت ہماری گواہی سے ہی ثابت ہو گی؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، سب سے پیارے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اُن کی عظمت ہمارے کسی عمل کی مرہونِ منت ہے؟ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے عملوں میں ایک انقلاب قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چل کر ظاہر ہو۔ اور اس طرح ظاہر ہو کہ دنیا کہہ سکے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیوں میں یہ انقلاب قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم پر عمل کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر چل کر آیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی جو عبادت کرنے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے سے ہوتی ہے، اس کا حق ادا کرنے والے ہیں اور حقوق العباد کی ادائیگی جو ہر قسم کے خُلق کی اعلیٰ مثال قائم کرنے سے ہوتی ہے اُس کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ پس جس طرح کہ مجھے جو رپورٹ دی گئی ہے اس میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہمارے ایک جاپانی غیرمسلم وکیل دوست نے، آپ کی جو نئی جگہ خریدی گئی ہے جس کا نام ’’مسجد بیت الاحد‘‘ رکھا گیا ہے، ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے اس کے مختلف مواقع پر جو بھی روکیں پیدا ہوتی رہیں ان میں انہوں نے بے لوث مدد کی۔ وہ اس وجہ سے کہ جماعت کے حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے کی گئی مختلف کوششوں جو زلزلوں اور سونامی کے دوران میں کی گئیں اُن کاموں کی اُن کی نظر میں بہت اہمیت تھی اور انہوں نے کہا کہ جماعت کے جاپان پر بہت احسانات ہیں جس کی وجہ سے میں یہ کام بلامعاوضہ کروں گا۔ بہر حال جماعت نے اگر کوئی کام کیا تو کسی احسان کی غرض کے لئے نہیں بلکہ اپنا فرض ادا کیا اور کرنا چاہئے جہاں بھی وہ کسی کو کسی مشکل میں دیکھیں۔ لیکن انہوں نے بہرحال اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا اور جماعت کی اس تھوڑی سی خدمت کو سراہتے ہوئے وہ جماعت کے قریب آئے۔ تو یہ حقوق العباد کی ادائیگی کا کام تو ہم نے کرتے رہنا ہے، چاہے کوئی ہمارے کام آئے یا نہ آئے۔ اور یہی حقوق العباد کا کام ہے جو جب ہم یہ بتائیں گے اور بتانا چاہئے کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہے اور ہمیں حکم ہے کہ مخلوق کی خدمت کرو۔ تو مزید اس تعارف میں وسعت پیدا ہو گی، مزید لوگ ان جاپانی وکیل جیسے سامنے آئیں گے جو جماعت کی خدمات کو سراہیں گے، جن پر اسلام کی حقیقی تعلیم روشن ہو گی۔ اسلام کا تعارف بڑھے گا اسلامی تعلیم کی عظمت ان پر قائم ہو گی اور یوں تبلیغ کے مزید راستے کھلیں گے۔ یہ مسجد بیت الاحد جس کو ان شاء اللہ تعالیٰ جیسا کہ میں نے کہا جو معمولی قانونی تقاضے رہ گئے ہیں اُن کے پورا ہونے کے بعد مسجد کی شکل بھی دے دی جائے گی۔ تو اس سے جماعت کا مزید تعارف بڑھے گا۔ مزید قرآن کریم کی تعلیم کا تعارف کروانے کا موقع ملے گا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش بھی تھی اور آپ نے فرمایا بھی ہے کہ ان لوگوں کا اسلام کی طرف رجحان پیدا ہو رہا ہے اس لئے کہ یہ لوگ نیک فطرت لگتے ہیں اس لئے اسلام کی طرف رجحان پیدا ہو رہا ہے، اس لئے ان کے لئے اسلام کا تعارف پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے آپ نے فرمایا کہ اسلام کے تعارف پر مشتمل جاپانی زبان میں ایک کتاب بھی لکھی جائے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 371-372 ایڈیشن 2003ء)

(خطبہ جمعہ 8/ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے

(کلام میر اللہ بخش تسنیم)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملّت کی تنظیم کی جان ہے
اسی سے ہر اک مشکل آسان ہے
گریزاں ہے اِس سے جو نادان ہے
ہیں دانا تو سَو جاں سے اِس پر نثار

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اِس سے بھرم
نہ ہو گا کبھی اپنا اِخلاص کم
بڑھے گا اِسی سے ہمارا قدم
خلافت ہے اِک عافیت کا حصار

خلافت سے زیرِ نگیں ہو جہاں
خلافت سے ملّت ہمیشہ جواں
خلافت سے اسلام ہے کامراں
خلافت کا اونچا ہے ہر دم نشاں
خلافت کی ہیں برکتیں بے شمار

خلافت کا جب تک رہے گا قیام
نہ کمزور ہو گا ہمارا نظام
خلافت کا جس کو نہیں احترام
زمانے میں ہو گا نہ وہ شادکام
خلافت سے ہی ہوں گے ہم کامگار

خلافت سے زندہ دلوں میں خدا
خلافت غریبوں کا ہے آسرا
نہ کیوں جان و دل سے ہوں اِس پر فدا
اِسی کے ہے دم سے ہماری بقا
خلافت کا حامی ہے پروردگار

خلافت سے اپنی ہے سب آبرو
ہے دھاک اپنی بیٹھی ہوئی چار سُو
بغیر اِس کے باقی رہوں میں نہ تُو
خلافت سے ہے گرم اپنا لہو
اِسی سے ہیں تسنیم! ہم ہوشیار

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام

بیٹیوں سے پیار، محبت اور اکرام

قسط 38

آفتاب ہدایت طلوع ہونے سے پہلے بیٹی کی پیدائش کی خبر سے گھر میں سوگ کی کیفیت پیدا ہوجاتی بعض قبائل میں اس سانحے کو اس قدر باعثِ ذلت و رسوائی سمجھا جاتا کہ بچی کو زندہ درگور کر دیا جاتا۔ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہر تاریکی کو نور میں بدلنے کے لئے انقلابی تعلیم دی اور خود عمل کر کے مثال پیش فرمائی۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا: ’’جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو لڑکیاں اور دو بہنیں ہوں اور وہ انہیں ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کی شادی کر دے تو ان کے لیے جنت ہے۔‘‘

(ابو داؤد)

جس کی ایک بیٹی ہو اور اس نے اسے اچھا ادب سکھلایا اور اچھی تعلیم دی اور اس پر ان انعامات کو وسیع کیا جو کہ اللہ نے اس کو دیے تو وہ بیٹی اس کے لیے جہنم سے رکاوٹ اور پردہ بنے گی۔ (احمد بن حنبل 4:414)

جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی طرح سے پڑھائے اور ادب سکھائے اور خوب اچھی طرح سے ادب سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے شادی کر دے تو اسے دو اجر ملیں گے۔

تین بیٹیاں، دو بیٹیاں، ایک بیٹی حتیٰ کہ لونڈی کی اچھی تعلیم و تربیت پر جنت کی بشارتیں دیں۔ بیٹیوں سے حسن سلوک کے طریق سیکھنے اور جزا میں جنت جیسی نعمت کے حصول کے لئے آپ کی اپنی بیٹیوں سے برتاؤ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حضرت سیدہ زینبؓ

آنحضرت ﷺ کی دوسری اولاد اور پہلی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے اعلانِ نبوت سے دس سال قبل حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ اپنی والدہ کے ساتھ اسلام قبول کرلیا ان کی شادی کم سنی میں خالہ زاد ابو العاص سے ہوگئی تھی۔ جب آنحضور ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تو آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ مگر ہجرت کے بعد مخالفین نے مکہ میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا ابو العاص نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بنتِ رسولؐ کو انتہائی خطرہ تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے ان کو مدینہ بلالیا۔ جب یہ اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے روانہ ہوئیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ظالم ہبار بن الاسود نے نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے زمین پر گرادیا چوٹ لگنے سے ان کا حمل ساقط ہوگیا یہ دیکھ کر ان کے دیور کنانہ کو طیش آ گیا اور اس نے جنگ کے لیے تیر کمان اٹھالیا۔ مشرکین نے پسپائی اختیار کرلی مگر سیدہ زینبؓ ان کے چنگل سے نکل کر ہجرت کی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر کے فدیہ میں اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ کا شادی کے وقت دیا ہوٴا ہار بھیجا جو آنحضرت ﷺ نے پہچان لیا اور آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ یہ ہار تو خدیجہؓ کا ہے پھر آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار اس کو واپس کر دیں اور اس قیدی کو چھوڑ دیں سب نے سرتسلیم خم کرتے ہوئے قیدی کو بھی چھوڑ دیا اور ہار بھی واپس کر دیا۔ آپؐ نے ابو العاص سے یہ وعدہ لیا کہ مکہ جا کر میری بیٹی زینبؓ کو مدینہ روانہ کردے گا۔ آنحضورؐ اپنی بیٹی کی وجہ سے پریشان رہتے تھے۔ ایک دن حضرت زید بن حارثہؓ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم زینب کو میرے پاس لا سکتے ہو؟ حضرت زیدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں؟ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ انگوٹھی لے جاؤ اور زینب کو پہنچا دو حضرت زیدؓ کمال حکمت سے مکہ گئے اور شہر کے نواح میں پہنچ کر جائزہ لینے لگے۔ اس دوران حضرت زیدؓ ایک چرواہے سے ملے اور اس سے پوچھا کہ تم کس کے ملازم ہو؟ اس نے بتایا کہ میں ابو العاص کا ملازم ہوں پھر حضرت زیدؓ نے پوچھا یہ بکریاں کس کی ہیں اس نے کہا زینب بنت محمد ﷺ کی۔ حضرت زیدؓ نے نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی اس چرواہے کے ذریعہ حضرت زینبؓ کو بھجوائی۔ انگوٹھی دیکھ کر وہ سمجھ گئیں کہ ان کے باپ کا سندیسہ ہے اگلی رات ابو العاص حضرت زینبؓ کو لے کر نکلے اور یاجج کے مقام پر انہیں حضرت زیدؓ کے ساتھ مدینہ روانہ کر کے واپس آ گئے حضرت زینب اپنے مقدس والد کے پاس مدینہ پہنچ گئیں۔ ابو العاص نے حسب وعدہ حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور مدینہ تشریف لائے آپؐ نے ہجرت کے چھ سال بعد حضرت زینبؓ کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کفار کی طرف سے پہنچنے والے مظالم کا ذکر فرمایا تو آپؐ کا دل بھر آیا فرمایا

ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ

یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت فضیلت والی ہے کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔ آپؐ کو اپنی نواسی امامہؓ سے بھی بہت محبت تھی وہ جو نماز پڑھتے ہوئے بچی کو اٹھانے کا واقعہ ہے وہ امامہ ہی تھیں کھڑے ہوتے تو اسے گود میں اٹھا لیتے اور سجدے میں جاتے تو ایک طرف بٹھا دیتے ایک دفعہ نجاشی نے کچھ تحائف بھیجے تو ان میں ایک قیمتی انگوٹھی بھی تھی جو آپ نے امامہ کو عنایت فرمائی اسی طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت اور انتہائی خوبصورت ایک ہار نذر کیا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھ کو سب سے زیادہ پیاری ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے یہ قیمتی ہار اپنی نواسی امامہ کے گلے میں ڈال دیا۔

سیدہ زینبؓ آپؐ کی زندگی ہی میں پرانے زخموں کے ہرا ہونے کی وجہ سے انتقال کر گئیں۔ آنحضور ﷺ نے بہت صدمہ محسوس فرمایا تجہیز وتکفین کے بارے میں ہدایات دیں اپنا تہہ بند ان کے کفن کے لئے دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کو قبر میں اتارا۔ آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی غمگین دل کے ساتھ فرمایا ’’میں نے زینب کے ضعف کے خیال سے اللہ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! اس کی قبر کی تنگی اور غم کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کرلی اور اس کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے‘‘

آپؐ نے وفات پر وفورِ غم سے رونے والوں کو منع نہیں فرمایا بلکہ بین کرنے سے منع فرمایا۔

’’وہ دکھ جو آنکھ اور دل سے ظاہر ہو وہ اللہ کی طرف سے ایک پیدا شدہ جذبہ ہے اور رحمت اور طبعی محبت کا نتیجہ ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہو وہ شیطانی فعل ہے‘‘

حضرت سیدہ رقیہؓ

حضرت سیدہ رقیہؓ آنحضرت ﷺ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کے اعلانِ نبوت سے سات سال قبل حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ اپنی والدہ کے ساتھ اسلام قبول کرلیا۔ حضرت رقیہؓ کا پہلا رشتہ ابولہب کے بیٹے عُتبہ سے ہوٴا مگر اس نے رخصتی سے قبل ہی اسلام دشمنی میں طلاق دے دی۔ اس کے بعد آپؓ کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفانؓ سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی! ابوعبداللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی رہو۔ یقیناً یہ میرے صحابہ میں اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جزء1 صفحہ76 حدیث98 دار احیاء التراث العربی 2002ء)

حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں ہی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ۔ سب سے خوبصورت جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا ہو وہ حضرت رقیہؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمانؓ ہیں۔

(شرح علامہ زرقانی جزء4 صفحہ322، 323 باب فی ذکر اولادہ الکرام، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ نے ارضِ حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ رقیہ کو بھی ہمراہ لے جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم میں سے ایک اپنے ساتھی کا حوصلہ بڑھاتا رہے گا۔ یعنی دونوں ہوں گے تو ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے رہو گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں کی خبر لاؤ کہ چلے گئے ہیں؟ کہاں تک پہنچے ہیں؟ کیا حالات ہیں باہر کے؟ حضرت اسماءؓ جب واپس آئیں تو حضرت ابوبکرؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمانؓ ایک خچر پر پالان ڈال کر حضرت رقیہؓ کو اس پر بٹھا کر سمندر کی طرف نکل گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد یہ دونوں ہجرت کرنے والوں میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے ہیں۔

(المستدرک جزء4 صفحہ414 کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر رقیہ بنت رسول اللہ حدیث 6999 دار الفکر بیروت 2002ء)

حضرت عثمانؓ حبشہ میں چند سال رہے۔ اس کے بعد جب بعض صحابہؓ قریش کے اسلام کی غلط خبر پا کر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمانؓ بھی آگئے۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ اس بنا پر بعض صحابہ پھر حبشہ کی طرف لوٹ گئے مگر حضرت عثمانؓ مکہ میں ہی رہے یہاں تک کہ مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانؓ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔

(سیرالصحابہ جلد اول (خلفائے راشدین) صفحہ178 ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور پاکستان)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت عثمانؓ کو اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کے پاس چھوڑا۔ وہ بیمار تھیں اور

انہوں نے اس روز وفات پائی جس دن حضرت زید بن حارِثہؓ مدینہ کی طرف اس فتح کی خوشخبری لے کر آئے جو بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ 32، عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

آپؐ کی پیاری بیٹی اکیس سال کی عمر میں وفات پا گئی۔ آپؐ اپنی لختِ جگر کی وفات سے طبعاً مغموم ہوئے۔حضرت فاطمہؓ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبر پر حاضر ہوئیں تو وہ بھی آبدیدہ تھیں۔ آپؐ نے ان کو تسلی دی اور آنسو پونچھے۔

حضرت ام کلثومؓ

حضرت ام کلثوم نے بھی اپنی والدہ محترمہ اور بہنوں کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ آپؓ کا رشتہ عُتبہ کے بھائی عُتَیْبَہ سے ہو چکا تھا۔ جب سورۃ المَسَدْ یعنی سورۃ اللّھب نازل ہوئی تو ان کے باپ ابولہب نے ان سے کہا کہ اگر تم دونوں محمد ﷺ کی بیٹیوں سے علیحدہ نہ ہوئے تو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ یہ رشتے توڑ دو۔ اس پر ان دونوں نے رخصتی سے قبل ہی دونوں بہنوں کو طلاق دے دی۔

(شرح علامہ زرقانی جزء4 صفحہ 322-323 باب فی ذکر اولادہ الکرام، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

آنحضرتؐ نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت اُمِّ کلثومؓ کی حضرت عثمانؓ سے شادی کر دی اس وجہ سے آپؓ کو ذوالنورین کہا جانے لگا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ لامام حجر العسقلانی، جزء 4 صفحہ 377، عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ سے مسجد کے دروازے پر ملے اور فرمانے لگے کہ عثمان یہ جبریل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کا نکاح رُقَیَّہ جتنے حق مہر پر اور اس سے تمہارے حسن سلوک پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ افتتاح الکتاب فضل عثمانؓ حدیث نمبر 110)

آپؐ نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا میری بیٹی ام کلثوم کو تیار کر کے عثمان کے ہاں چھوڑ آؤ اور اس کے سامنے دف بجاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ تین دن کے بعد حضرت ام کلثومؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اے میری پیاری بیٹی! تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ ام کلثوم نے عرض کیا وہ بہترین شوہر ہیں۔

(سیرۃ امیرالمؤمنین عثمان بن عفان شخصیتہ وعصرہ از علی محمد الصلابی، صفحہ 41، الفصل الاول، ذوالنورین عثمان بن عفان بین مکۃ والمدینۃ زواجہ من ام کلثوم سنۃ 3 دار المعرفۃ بیروت 2006ء)

حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے ہاں 9؍ہجری تک رہیں اس کے بعد وہ بیمار ہو کر وفات پا گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کے پاس بیٹھے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام کلثومؓ کی قبر کے پاس اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

(سیرۃ امیرالمؤمنین عثمان بن عفان شخصیتہ وعصرہ از علی محمد الصلابی، صفحہ 42، المبحث الثالث: ملازمتہ للنبی ﷺ فی المدینۃ/ وفاۃ ام کلثوم، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ

معروف روایات کے مطابق آپ کی پیدائش مکہ میں بعثت نبوی کے پہلے سال ہوئی چال ڈھال طور اطوار میں آنحضورؐ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں کم سنی میں والدہ کی وفات ہوگئی۔ اور والدؐ کے اعلان نبوت کی وجہ سے شدید دشمنی کا آغاز ہوگیا۔ آپؓ کو ہر روز اذیت کے ایک نئے انداز کا سامنا کرنا پڑتا۔ نبوت کے ابتدائی سال انتہائی تکلیف دہ تھے ابوطالب کی وفات کے بعد تو ان کا ہاتھ اور بھی کھل گیا۔ ایک دفعہ کسی ظالم نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی ننھی فاطمہؓ باپ کا سر دھوتی اور روتی جارہی تھیں۔ آپؐ نے تسلی دی بیٹی رو نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔ ایک دن آپؐ نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں گئے تو مخالفین نے اونٹ کی بچہ دانی لا کر آپؐ کی پیٹھ پر رکھ دی وہ اتنی گندی ''بدبودار اور بوجھل تھی کہ آپؐ سجدے سے اٹھ نہ سکتے تھے۔ کم سن حضرت فاطمہؓ نے روتے روتے اپنے ہاتھوں سے بچہ دانی ہٹائی۔ آپؓ کو غزوات میں شریک ہو کر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ جنگ احد میں آنحضورؐ کے لہو لہان زخمی چہرہ مبارک کی مرہم پٹی کی۔حضرت فاطمہؓ زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال میں سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی خون کو اَور نکال رہا ہے تو انہوں نے بوریہ کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کو جلایا اور ان کے ساتھ چپکا دیا۔ اس سے خون رک گیا اور اس دن آپؐ کا سامنے والا دانت بھی ٹوٹ گیا تھا اور آپؐ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپؐ کا خَود آپؐ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی ﷺ من الجراح یوم احد حدیث نمبر 4075)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ تحریر فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ اپنی اولاد میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہؓ کو عزیز رکھتے تھے۔ اور اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے وہی اس امتیازی محبت کی سب سے زیادہ اہل بھی تھیں۔ اب ان کی عمر کم وبیش پندرہ سال کی تھی حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رشتے کی درخواست پیش کر دی۔ دوسری طرف آنحضرت ﷺ کو خدائی وحی کے ذریعہ یہ اشارہ ہوچکا تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہونی چاہیے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے درخواست پیش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تو اس کے متعلق پہلے سے خدائی اشارہ ہوچکا ہے۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا تو وہ بوجہ حیا کے خاموش رہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا اظہارِ رضا مندی تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو جمع کر کے حضرت علیؓ اور فاطمہ کا نکاح پڑھایا۔ یہ 2ہجری کی ابتدا یاوسط کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد جب جنگ بدر ہو چکی تو غالباً ماہ ذوالحجہ 2؍ہجری میں رخصتانہ کی تجویز ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے یا نہیں؟۔۔۔حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے اس دن یعنی بدر کے مغانم میں سے تمہیں دی تھی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا وہ تو ہے۔ آپؐ نے فرمایا بس وہی لے آؤ۔ چنانچہ یہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کر دی گئی اور آنحضرت ﷺ نے اسی رقم میں سے شادی کے اخراجات مہیا کیے۔ جو جہیز آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو دیا وہ ایک بیل دار چادر، ایک چمڑے کا گدیلا جس کے اندر کھجور کے خشک پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک مشکیزہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کے جہیز میں ایک چکی بھی دی تھی۔ جب یہ سامان ہوچکا تو مکان کی فکر ہوئی۔حضرت علیؓ اب تک غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کے کسی حجرے وغیرہ میں رہتے تھے مگر شادی کے بعد یہ ضروری تھا کہ کوئی الگ مکان ہو جس میں خاوند بیوی رہ سکیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اب تم کوئی مکان تلاش کرو جس میں تم دونوں رہ سکو۔حضرت علیؓ نے عارضی طور پر ایک مکان کا انتظام کیا اور اس میں حضرت فاطمہؓ کا رخصتانہ ہوگیا۔ اسی دن رخصتانہ کے بعد آنحضرت ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور تھوڑا سا پانی منگوا کر اس پر دعا کی اور پھر وہ پانی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ہر دو پر یہ الفاظ فرماتے ہوئے چھڑکا کہ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْھِمَا وَبَارِكْ عَلَیْھِمَا وَبَارِكْ لَھُمَا نَسْلَھُمَا یعنی اے میرے اللہ! تو ان دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اور ان کے ان تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوں اور ان کی نسل میں برکت دے اور پھر آپؐ اس نئے جوڑے کو اکیلا چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 455-456)

حضرت فاطمہؓ اپنی تنگدستی اور غربت کے باوجود زہد و قناعت کا نمونہ دکھایا کرتی تھیں۔حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ نے چکی چلانے سے اپنے ہاتھ میں تکلیف کی شکایت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو وہ حضورؐ کی طرف گئیں اور آپؐ کو نہ پایا۔ آپؓ حضرت عائشہؓ سے ملیں اور ان کو بتایا کہ کس طرح میں آئی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کے اپنے ہاں آنے کا بتایا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو۔ پھر آپؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جو تم نے مانگا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہو۔ یہ تم دونوں کے لیے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاو التوبۃ......باب التسبیح اوّل النہار وعند النوم حدیث نمبر 6915-6918)

آخر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔

اپنی لخت جگر کے حالات دیکھ کر یہ دعا بھی کی کہ کبھی ان کو بھوک کی تکلیف نہ ہو فاطمہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد مجھے کبھی بھوک کی تکلیف نہیں پہنچی۔

اولاد کی تربیت کا اتنا خیال تھا کہ شادی کے بعد چھ ماہ تک فجر کی نماز کے وقت حضرت فاطمہؓ کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے ''اے اہلِ بیت نماز کا وقت ہوگیا ہے'' پھر آپؐ سورہ احزاب کی آیت 33 پڑھتے کہ ''اے اہلِ بیت! اللہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کرنا چاہتا ہے اور تم کو اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے''

حضرت علی بن ابو طالبؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات ان کے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ چاہے کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھاتا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ نماز سے مراد تہجد تھی یعنی کہ نماز تہجد اگر نہیں پڑھتے، تہجد کے وقت اگر ہماری آنکھ نہیں کھلتی تو یہ اللہ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ہمیں اٹھا دے اور جب اٹھا دیتا ہے تو ہم پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کوئی بحث نہیں کی اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر میں نے آپؐ کو سنا جبکہ آپؐ واپس جا رہے تھے۔ آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے کہ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا کہ انسان سب سے بڑھ کر بحث کرنے والا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب تحریض النبی ﷺ علیٰ قیام اللیل والنوافل...... حدیث نمبر 1127)

باپ بیٹی کا پیار مثالی تھا۔ جب آپؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں

آپؑ کھڑے ہوجاتے تھے محبت سے ان کا ہاتھ تھام لیتے تھے اسے بوسہ دیتے تھے اور اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اسی طرح جب رسول کریم ﷺ آپؓ کے ہاں جاتے تو آپؓ کھڑی ہوجاتیں آپؐ کے ہاتھ تھام کر انہیں بوسہ دیتیں اور اپنے ساتھ حضورؐ کو بٹھاتیں۔ آپؐ مدینہ سے سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی پیاری بیٹی سے ملتے واپسی پر مسجد نبوی میں نفل ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ہی ملتے۔ آپ ﷺ کی ساری اولاد آپؐ کی زندگی میں وفات پاگئی صرف حضرت فاطمہؓ آپؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں صرف آپؓ سے سادات کی نسل چلی۔ آپؐ کا اپنی بیٹی کا اکرام دیکھئے فرماتے ہیں: ''فاطمہؓ اس امت کی عورتوں'' ''تمام جہانوں کی عورتوں'' بہشت میں جانے والی عورتوں اور ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں''

اسی طرح فرمایا: ''فاطمہ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے''

(استفادہ از اہل بیت رسول اللہ ﷺ از حافظ مظفر احمد)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا
بیٹیوں سے پیار محبت اور اکرام

آنحضور ﷺ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مماثلت کا ایک پہلو آپؑ کا بیٹیوں سے پیار محبت اور اکرام بھی ہے آپ ﷺ کی پیش گوئی تھی کہ آنے والا مسیح شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ یہ مبارک فرمان اس طرح پورا ہوا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپؑ کو سات بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ سب بیٹیاں اس زمانے کی خدیجہ ''ہماری ماں حضرت نصرت جہاںؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپؑ نے اپنی بیٹیوں سے پیار دُلار میں اپنے آقا و مطاع ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق پائی۔

صاحبزادی عصمتؓ

(مئی 1886ء تا جولائی 1891ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں آپ کی لڑکی عصمت ہی صرف ایسی تھی جو قادیان سے باہر پیدا ہوئی اور باہر ہی فوت ہوئی۔ اس کی پیدائش انبالہ چھاؤنی کی تھی اور فوت لدھیانہ میں ہوئی۔ اُسے ہیضہ ہوا تھا۔ اس لڑکی کو شربت پینے کی عادت پڑ گئی تھی۔ یعنی وہ شربت کو پسند کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے لئے شربت کی بوتل ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ رات کو وہ اٹھا کرتی تو کہتی ابا شربت پینا۔ آپ فوراً اُٹھ کر شربت بنا کر اسے پلا دیا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد سوم صفحہ 775 روایت نمبر 879)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سے روایت ہے کہ آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ کی پلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی آپ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیا دار دنیا کی عرف اور اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مرگئی آپ یوں الگ ہوگئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔

(سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانیؓ)

صاحبزادی نواب مبارکہ بیگمؓ

مبارکہ بیگم 1897ء میں پیدا ہوئیں۔ کل گیارہ سال اور چوبیس دن حضرت اقدسؑ کا ساتھ رہا۔ ذہین تھیں مشاہدہ اچھا تھا۔ آپ کی یادداشت میں محفوظ باتوں سے حضرت اقدسؑ کی بیٹیوں سے پیار محبت اور تعلیم و تربیت کے بارے میں رہنما اصولوں اور ان پر عمل کا علم ہوتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بیٹوں بیٹیوں میں تفریق نہیں کی صاحبزادی مبارکہؓ نے تین سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن پاک مکمل پڑھ کے دہرا بھی لیا تھا۔ آپؓ نے اردو، حساب، فارسی اور انگریزی بھی پڑھ لی۔ شعر کے اوزان کا تعارف بھی ہوگیا۔ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کے لیے حضرت اقدسؑ نے آپؓ کو حضرت مولوی عبدالکریمؓ کے پاس بھیجا۔ آپؓ پہلے ترجمہ پڑھنے جاتیں پھر پیر جی سے باقی کتابیں پڑھتیں۔ حضرت مولوی عبدالکریمؓ کی وفات کے بعد حضرت حکیم نورالدینؓ (خلیفہ اول) کے پاس ترجمہ سیکھنے کے لیے بھیجا۔ اس کے ساتھ آپؓ نے تجرید بخاری اور کچھ دوسرے مجموعہ احادیث پڑھ لیے۔ حضرت پیر صاحبؓ بیمار ہوگئے تو حضرت اقدسؑ نے فارسی خود پڑھائی۔ یہ سلسلہ آپؑ کی مصروفیات کی وجہ سے جاری نہ رہ سکا۔ آپؑ نے فرمایا ''مجھے بہت کام ہوتا ہے۔ نہیں چاہتا کہ تمہاری تعلیم میں ناغہ ہو۔ مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ) سے کہو فارسی بھی پڑھا دیا کریں۔''

بچوں کی آمین والی نظم میں مبارکہ بیٹی کی ذہانت و فطانت کے اعتراف کا خوب صورت اظہار دیکھیے:

اور اِن کے ساتھ دی ہے ایک دُختر
ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اَختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فرفر
خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اِک خواب میں یہ مجھ پہ اظہر
کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مقرر
یہی روزِ ازل سے ہے مقدّر
خدا نے چار لڑکے اور یہ دُختر
عطا کی، پس یہ احساں ہے سراسر

(درثمین)

لمحہ لمحہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں نیک تربیت کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ بیان فرماتی ہیں: ''حضرت مسیح موعودؑ کی زبان میں معجزانہ اثر تھا آپؑ نہ بات بات پر ٹوکتے نہ شوخیوں پر جھڑکنے لگتے بلکہ انتہائی نرمی سے فرماتے کہ یوں نہ کرو جس بات سے آپ نے منع کیا مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھول کر بھی وہ بات پھر کی ہو۔ وہ پیار بھری زبان معجز بیان کہ ایک بار کہا پھر عمر بھر کو اس بات سے طبیعت بیزار ہوگئی۔ ایک شام آسمان پر ہلکے ہلکے ابر میں خوب صورت رنگ کی دھنک دیکھ کر ہم بچے خوش ہو رہے تھے۔ آپؑ اس وقت صحن میں ٹہل رہے تھے۔ جو بعد میں ام ناصر کا صحن کہلاتا رہا ہے میں نے کہا: یہ جو کمان ہے اس کو سب لوگ (پنجابی میں) مائی بڈھی کی پینگ کہتے ہیں۔ اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: اس کو عربی میں قوس قزح کہتے ہیں مگر تم اس کو ''قوس اللہ'' کہو قوس قزح کے معنی شیطان کی کمان ہیں۔ یہ بات مجھے ہمیشہ یاد رہی۔ ہمارے بچپن میں ایک کھلونا آتا تھا Look and Laugh دوربین کی صورت کا۔ اس میں دیکھو تو عجیب مضحکہ خیز صورت دوسرے کی نظر آتی تھی۔ جب یہ کھلونا لاہور سے کسی نے لاکر دیا۔ آپ کو یہ چیز میں نے دکھائی۔ آپ نے دیکھا اور تبسم فرمایا کہا: ''اب جاؤ دیکھو اور ہنسو کھیلو مگر دیکھو یاد رکھنا میری جانب ہرگز نہ دیکھنا'' سب والدین بچوں کو تہذیب سکھاتے ہیں مگر یہ ایک خاص بات تھی اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی مؤدب بن کر بھی آتا ہے اور خود اس کو اپنا ادب بھی اپنی ذاتی شخصیت کے لئے نہیں'' بلکہ اس مقام کی عزت کے لئے جس پر اس کو کھڑا کیا گیا'' اس ذاتِ برتر کے احترام کی وجہ سے جس نے اس کو خاص مقام بخشا جس کی جانب سے وہ بھیجا گیا سکھانا پڑتا ہے۔ مجھے اور مبارک احمد کو قینچی سے کھیلتے دیکھ کر تنبیہہ فرمائی کیونکہ قینچی کی نوک اس وقت میں نے مبارک احمد کی طرف کر رکھی تھی فرمایا: *کبھی کوئی تیز قینچی'' چھری'' چاقو اس کے تیز رُخ سے کسی کی طرف نہ پکڑاؤ اچانک لگ سکتی ہے'' کسی کی آنکھ میں لگ جائے کوئی نقصان پہنچے تو اپنے دل کو بھی ہمیشہ پچھتاوا رہے گا اور دوسرے کو تکلیف یہ عمر بھر کو سبق ملا اور آج تک یاد ہے۔۔۔

حضرت اماں جانؓ بہت زیادہ شفقت اور محبت فرماتی تھیں مگر آخر ماں تھیں وہ تربیت اپنا فرض جانتی تھیں کبھی کبھی کہتیں اتنی ناز برداری لڑکیوں کی ٹھیک نہیں ہوتی۔ نہ معلوم کسی کی قسمت کیسی ہو؟ آپ فرماتے ''تم فکر نہ کرو خدا شکر خورے کو شکر دیتا ہے'' آپؑ فرماتے: ''لڑکی ہے آخر ہمارے پاس چند دن کی مہمان ہے یہ کیا یاد کرے گی'' میں بچی تھی بالکل چھوٹی جب بھی آپؑ نے مجھے کہا اور شاید کئی بار کہ ''جب تم آنکھ کھلے کروٹ لیتی ہو اس وقت ضرور دعا کر لیا کرو'' میں اٹھ نہ سکوں'' بیمار ہوں'' کچھ ہو یہ عادت میری اب تک قائم ہے دعا کرتے کرتے درود پڑھتے نیند آجاتی ہے پھر آنکھ کھلے تو وہی سلسلہ۔ یہ سب آپؑ کے الفاظ کی برکت ہے۔

میں چھوٹی تھی تو رات کو اکثر ڈر کر آپؑ کے بستر میں جا گھستی تھی جب ذرا بڑی ہونے لگی تو آپؑ نے فرمایا ''جب بچے بڑے ہونے لگتے ہیں اس وقت میری عمر کوئی پانچ سال کی تھی تو پھر بستر میں اس طرح نہیں آگھسا کرتے۔ میں تو اکثر جاگتا رہتا ہوں تم چاہے سو دفعہ مجھے آواز دو میں جواب دوں گا پھر تم نہیں ڈرو گی اپنے بستر سے ہی مجھے پکار لیا کرو۔ ایک بار میرے چھوٹے بھائی صاحب حضرت شریف احمد نے وہ بھی آخر بچہ ہی تھے اصرار کیا کہ میرا پلنگ بھی ابا کے قریب بچھا دیں، مگر میں نے اپنی جگہ چھوڑنا نہیں مانا حضرت اماں جان نے فرمایا کہ ''یہ ہمیشہ پاس لیٹتی ہے کیا ہوگا'' اگر شریف کا بھی دل چاہتا ہے ایک دو دن یہ اپنی ضد چھوڑ دے بھائی کو لیٹنے دے تو کیا حرج ہے ہو جائے گا'' مگر حضرت مسیح موعود نے فرمایا ''نہیں یہ لڑکی ہے اس کا دل رکھنا زیادہ ضروری ہے''

لاہور میں آپؑ شام کو تھوڑی دیر کے لئے لینڈو میں سیر کو تشریف لے جاتے ایک بار حضرت اماں جانؓ نے کہا لڑکی کو ساتھ لے جاتے ہو وہ دونوں بہوئیں ہیں ان کو کسی دن لے جایا کرو۔ آپؑ نے فرمایا: ''نہیں میرے ساتھ مبارکہ ہی جائے گی وہ الگ جا سکتی ہیں''

ایک دفعہ آپؑ نے ماہ محرم کے پہلے عشرے میں ہمیں پاس بٹھا کر فرمایا آؤ آج تم کو محرم کی کہانی سنائیں وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے نواسے تھے ان کو منافقوں نے ''ظالموں نے بھوکا پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کر دیا۔ اس دن آسمان سرخ ہوگیا تھا۔ چالیس روز کے اندر قاتلوں ظالموں کو خدا تعالیٰ کے غضب نے پکڑ لیا کوئی کوڑھی ہو کر مرا'' کسی پر کوئی عذاب آیا اور کسی پر کوئی'' یزید کے ذکر پر یزید پلید فرماتے تھے کافی لمبے واقعات آپؑ نے سنائے حالت یہ تھی کہ آپؑ پر رقت طاری تھی آنسو بہنے لگتے تھے جن کو انگشت شہادت سے پونچھتے جاتے تھے'' وہ کیفیت مجھے ہمیشہ یاد آتی ہے۔

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 16-21 تک کا خلاصہ)

حضرت اماں جانؓ نے ایک دفعہ فرمایا: تمہارے ابا تمہاری ہر بات مان لیتے اور میرے اعتراض کرنے پر فرمایا کرتے تھی کہ لڑکیاں تو چار دن کی مہمان ہیں یہ کیا یاد کرے گی، یہ جو کہتی ہے وہی کرو‘‘

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 47)

ایک دفعہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بچپن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے بھائی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد (مرحوم) ان سے ناراض ہوگئے ہیں اور کسی طرح راضی نہیں ہو رہے۔حضورؑ نے جو اس وقت ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر دیئے جو حضرت نواب مبارکہ بیگم نے صاحبزادہ صاحب کے سامنے پڑھ دیئے تو وہ خوش ہو گئے۔

(روایت حکیم دین محمد رجسٹر روایات جلد 13 صفحہ 62)

مبارک کو مَیں نے ستایا نہیں
کبھی میرے دل میں یہ آیا نہیں
میں بھائی کو کیونکر ستا سکتی ہوں
وُہ کیا میری اَمّاں کا جایا نہیں
الٰہی خطا کر دے میری معاف
کہ تجھ بِن تو رَبّ البرایا نہیں!

(الفضل 7 جولائی 1943ء صفحہ 3)

حضرت سیدہ چھوٹی آپا فرماتی ہیں درج ذیل واقعہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے بارہا سنا ہے اور ہر بار سن کر دل ایک نئی کیفیت سے دوچار ہوتا رہا ہے۔آپ نے فرمایا

’’قادیان میں اس زمانہ میں ڈبل روٹی کہاں تھی؟ دودھ اور ساتھ مٹھائی یا پراٹھا ہم لوگوں کو ناشتہ ملتا تھا۔ چائے کا بھی باقاعدگی سے کوئی رواج نہ تھا۔ ڈبل روٹی کبھی تحفۃً لاہور سے آجاتی تھی۔ ایک روز کا واقعہ ہے صبح کا وقت تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر مردوں کے ہمراہ سیر کو تشریف لے گئے تھے۔ اصغری کی اماں جنہوں نے گیارہ سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کھانا پکانے کی خدمت بہت اخلاص سے کی، کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں اور حضرت اماں جانؓ بھی ان کے پاس باورچی خانہ میں جو اس وقت ہمارے صحن کا ایک کونہ تھا کوئی خاص چیز پکانا یا پکوانا چاہتی تھیں۔ اصغری کی اماں نے دودھ کا پیالہ اور دو توس کشتی میں لگا کر دیے کہ ’’لو بیوی ناشتہ کرلو‘‘ میں نے کہا مجھے توس تل کر دو۔ مجھے تلے ہوئے توس پسند تھے۔ انہوں نے اپنے خاص منت درآمد والے لہجے میں کام کا عذر کیا اور حضرت اماں جانؓ نے بھی فرمایا اس وقت اور بہت کام ہیں اس وقت اسی طرح کھالو۔تل کر پھر سہی۔ میں سن کر چپکی چلی آئی اور اس کمرہ میں، جو اب حضرت اماں جانؓ کا کمرہ کہلاتا ہے، کھڑکی کے رخ میں ہی کیا دیکھتی ہوں پیارے مقدس ہاتھوں میں سٹول اٹھائے ہو (اب وہ کھڑکی بند ہو چکی ہے اور وہاں غسل خانہ بن گیا ہے) ایک پلنگ بچھا تھا اس پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔ دل میں یقین تھا کہ دیکھو میرے ابا آتے ہیں اور ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ دیکھوں کیسے نہیں تلے جاتے میرے توس۔ جلد ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے تشریف لے آئے۔ کمرہ میں داخل ہوئے۔صرف میری پشت دیکھ کر روٹھنے کا اندازہ کرلیا اور اسی طرح خاموش واپس صحن میں تشریف لے گئے۔ باہر جاکر پوچھا ہوگا اور جواب سے تفصیل معلوم ہوئی ہوگی۔ میں تھوڑی دیر ئے آئے اور میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔ پھر باہر گئے اور خود ہی دونوں ہاتھوں میں کشتی اٹھا کر لائے اور سٹول پر میرے آگے رکھ دی جس میں میرے حسب منشا تلے ہوئے توس اور ایک کپ دودھ کا رکھا تھا اور فرمایا ’’لو اب کھاؤ۔‘‘ میں ایسی بدتمیز نہ تھی کہ اس کے بعد بھی منہ پھولا رہتا، میں نے فوراً کھانا شروع کر دیا۔ آج تک جب بھی یہ واقعہ، وہ خاموشی سے سٹول سامنے رکھ کر اس پر کشتی لاکر رکھنا یاد آتا ہے اور اپنی حیثیت پر نظر جاتی ہے تو آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ بڑے ہوکر ٹیسٹ (taste) بدل جاتے ہیں۔ مگر اس یاد میں، اب تک میں، بہت چاہت سے تلے ہوئے توس کبھی کبھی ضرور کھاتی ہوں۔

(سیرت و سوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگم مصنفہ و مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ نمبر 70)

حضرت اُم ناصر صاحبہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام مجھ پر نہایت مہربانی اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔ مجھے جس چیز کی ضرورت ہوتی حضورؑ سے عرض کرتی حضورؑ اس کو مہیا کر دیتے اور کبھی انکار نہ کرتے۔ میرا اور سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا روزمرہ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد ایک دن مَیں اور ایک دن مبارکہ بیگم حضورؑ کے پاس جاتے اور کہتے کہ حضورؑ بھوک لگی ہے۔حضورؑ کے سرہانے دو لکڑی کے بکس ہوتے تھے۔حضورؑ چابی دے دیتے۔مٹھائی یا بسکٹ جو اس میں ہوتے تھے جس قدر ضرورت ہوتی ہم نکال لیتے، ہم کھانے والی دونوں ہوتیں تھیں مگر ہم تین یا چار یا چھ کے اندازہ کا نکال لیتیں اور حضورؑ کو دکھا دیتیں تو حضور علیہ السلام نے کبھی نہیں کہا کہ زیادہ ہے اتنا کیا کرو گی۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ 253 روایت نمبر 1446)

محترمہ حسّو صاحبہ اہلیہ فجا معمار خادم قدیمی نے بیان کیا کہ جب بڑا زلزلہ آیا تھا مبارکہ بیگم اندر سوئی ہوئی تھیں میں جلدی سے اندر گئی اور بی بی کو اٹھالائی۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’یہ لڑکی بڑی ہشیار ہے۔ یہ جو بھاری کام کیا کرے گی اس میں برکت ہوگی اور اس کو تھکن نہیں ہوگی۔‘‘ حضور علیہ السلام کی برکت سے میں بھاری بھاری کام کرتی ہوں مگر تھکتی نہیں۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ 288 روایت نمبر 1518)

میری لختِ جگر مبارکہ بیگم

حضرت نواب محمد علی خانؓ کی طرف سے رشتے کی تحریک کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے جو مکتوب تحریر فرمایا اس سے بیٹی کا پیار اور قدردانی خوب مترشح ہے: ’’میری لختِ جگر مبارکہ بیگم کی نسبت جو آپ کی طرف سے تحریک ہوئی تھی میں بہت دنوں تک اس معاملہ میں سوچتا رہا آج جو کچھ خدا نے میرے دل میں ڈالا ہے اس شرط کے ساتھ اس رشتے میں مجھے عذر نہیں ہوگا اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کو بھی اس میں تأمل نہیں ہوگا اور وہ یہ کہ مہر میں آپ کی دو سال کی آمدن جاگیر مورر کی جائے یعنی پچاس ہزار روپیہ اور اس اقرار کے بارے میں ایک دستاویز شرعی تحریری آپ کی طرف سے حاصل ہو۔۔۔‘‘

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 319)

بیٹی کا مہر نامہ تحریر کرواکے رجسٹر کروایا۔حضرت صاحبؑ نے مہر نامہ کو باقاعدہ رجسٹری کرواکے اس پر بہت سے لوگوں کی شہادتیں ثبت کروائی تھیں۔۔ دراصل مہر کی تعداد زیادہ تر خاوند کی موجودہ حیثیت اور کسی قدر بیوی کی حیثیت پر مقرر ہوا کرتی ہے اور مہر نامہ کا باقاعدہ لکھا جانا اور رجسٹری ہونا یہ شخصی حالات پر موقوف ہے۔ چونکہ نواب محمد علی خان صاحب کی جائیداد سرکار انگریزی کے علاقہ میں واقع نہ تھی بلکہ ایک ریاست میں تھی اور اس کے متعلق بعض تنازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہوسکتا تھا اس لئے حضرت صاحب نے مہر نامہ کو باقاعدہ رجسٹری کروانا ضروری خیال کیا اور ویسے بھی دیکھا جاوے تو عام حالات میں یہی بہتر ہوتا ہے کہ مہر نامہ اگر رجسٹری نہ بھی ہو تو کم از کم باقاعدہ طور پر تحریر میں آجاوے اور معتبر لوگوں کی شہادتیں اس پر ثبت ہو جاویں۔ کیونکہ در اصل مہر بھی ایک قرضہ ہوتا ہے جس کی ادائیگی خاوند پر فرض ہوتی ہے۔ پس دوسرے قرضہ جات کی طرح اس کے لئے بھی عام حالات میں یہی مناسب ہے کہ وہ ضبط تحریر میں آجاوے۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ 253 روایت نمبر 369)

جس پر تم ہاتھ رکھ دو

ایک روز حضرت اماں جانؓ نے کسی کپڑے والے کو بلوایا تھا اور میرے جہیز کے لئے کچھ کپڑا خرید رہی تھیں حضرت مسیح موعودؑ میرے نزدیک آئے اور کہا ’’تمہاری اماں تمہارے لئے ریشم وغیرہ لے رہی ہیں ہمیں تو بنارسی کپڑا پسند ہے یہ تھان بنارسی جو رکھے ہیں جس پر تم ہاتھ رکھ دو وہ اپنے پاس سے خود تم کو لے دوں گا‘‘

(روایت نمبر 1446)

حضرت صاحب آخری سفر میں لاہور تشریف لے جانے لگے تو آپ نے ان سے کہا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے دُعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔مبارکہ بیگم نے خواب دیکھا کہ وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحب ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور مَیں ابوبکر ہوں۔ دوسرے دن صبح مبارکہ بیگم سے حضرت صاحب نے پوچھا کہ کیا کوئی خواب دیکھا ہے؟ مبارکہ بیگم نے یہ خواب سُنائی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ خواب اپنی اماں کو نہ سُنانا۔

صاحبزادی امۃ النصیر

(جنوری 1903ء تا دسمبر 1903ء)

آپ کم سنی میں وفات پا گئیں۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے کہ جب حضرت صاحب کی لڑکی امۃ النصیر فوت ہوئی تو حضرت صاحب اسے اسی قبرستان میں دفنانے کیلئے لے گئے تھے اور آپ خود اسے اُٹھا کر قبر کے پاس لے گئے۔ کسی نے آگے بڑھ کر حضور سے لڑکی کو لینا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ میں خود لے جاؤں گا۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 203 روایت نمبر 201)

صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگمؓ

(جون 1904ء تا 1987ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے آخری اولاد تھیں جو حضرت صاحب کی وفات کے وقت صرف تین سال گیارہ مہینے کی تھیں۔ بہت ذہین تھیں حضرت اقدسؑ بچی کا محبت سے ذکر فرماتے ہیں: ’’حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد میں بولنے لگے اس کا یہ مطلب نہیں کہ

بقیہ صفحہ 11 پر

ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی

پاکستان کے احمدیوں پر مظالم کی داستان

تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2022ء

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۴﴾

(العنکبوت: 3-4)

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ

(البقرہ: 215)

اللہ تعالیٰ کی یہ غیر مبدل سنت ہے کہ جب بھی وہ کسی نبی کو بھیجتا اور اس کے ذریعہ ایمان لانے والوں کی ایک جماعت قائم کرتا ہے، تو اس جماعت میں شامل ہونے والوں کو مختلف قسم کے امتحانات میں سے گزارتا ہے۔ انہی امتحانات میں کامیابی پر عظیم اجر مرتب ہوتا ہے اور مومنین کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے: کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ صرف منہ سے یہ کہہ دیں گے کہ ’’ہم ایمان لائے‘‘ اور ان کی یہ بات کافی ہو جائے گی اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ حالانکہ ان سے پہلے جو اقوام گزری ہیں ان کو ہم نے آزمایا تھا اور اس طریق پر اللہ نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ان میں سے سچے مومن کون ہیں اور جھوٹے، محض منہ سے اقرار کرنے والے کون۔

پھر فرمایا: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے بغیر اس کے کہ تمہارے ساتھ وہی کچھ ہو جو تم سے پہلے گزرنے والوں کے ساتھ ہوا؟ ان پر تو اتنی تنگیاں آئی اور انہیں اتنی تکالیف اٹھانی پڑیں اور ایسے ایسے شدید زلزلے ان پر وارد ہوئے کہ ان کے رسول اور اس پر ایمان لانے والے بھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟

پس آنحضور ﷺ کی آمد اور مومنین کی جماعت کے قیام پر ابتدائی مسلمانوں پر بھی مشرکین مکہ کی جانب سے لرزہ خیز مظالم کئے گئے، کبھی انہیں ظالمانہ طریقوں سے قتل کیا گیا، کبھی ان کے بیوی بچے ان سے چھینے گئے، کبھی ان کو گھروں سے نکالا گیا تو کبھی انہیں خود ہی اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا۔

اسی دائمی سنتِ الٰہیہ کہ مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی آمد پر آپؑ کے ماننے والوں پر بھی اسی طرح حوادث و مصائب کی آندھیاں چلنا تھیں۔ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا (فاطر: 44) چنانچہ آپؑ کی جماعت کو بھی اسی طرح مخالفین نے ڈرانا، ان سے قطع تعلق کرنا، ان کو گھروں سے نکالنا، ان کی جائیدادیں ہتھیانا، ان کے اموال کو لوٹنا، ان کو قتل کرنا، ان کو ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنانا تھا جیسا کہ اس سے پہلے انبیاء کے ماننے والوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔

احمدیوں پر ان مظالم کی بنیاد کیا ہے؟ احمدی بھی اسی خدا کو مانتے، اسی رسول ﷺ پر ایمان لاتے وہی قرآن پڑھتے انہی پانچ ارکان اسلام پر عمل کرتے اور انہی چھ ارکان ایمان پر یقین رکھتے ہیں جن پر دیگر مسلمان۔ پس احمدیوں پر مظالم کی واحد وجہ ان کا حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا اور آپؑ کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضورؐ کے فرمودات کے مطابق امتی نبی ماننا ہے۔ یہ بات ملاؤں کے نزدیک اپنی ذات میں مبینہ طور پر توہینِ رسالت ہے جس کی سزا ان کے خیال میں قتل ہے۔ چنانچہ کسی احمدی کا کوئی عمل نہیں بلکہ اس کا عقیدہ ہی ملاؤں کے نزدیک اس کے قتل کا کافی جواز ہے۔

قیامِ پاکستان کے جلد بعد ہی ملائیت نے پاکستان میں طاقت حاصل کر لی تھی اور اس کے بعد سے مسلسل احمدیوں پر مظالم میں اضافہ جاری ہے۔ اس دوران تین مواقع ایسے ہیں جن کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ ان مواقع پر پاکستان میں بڑی تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں۔ لیکن ان کا ذکر کرنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت شاید مفید ہو گی کیونکہ بسا اوقات یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب پاکستان میں جماعت پر اتنے مظالم ہونے تھے اور ہر ذی عقل کو پتہ تھا کہ ایسا ہونا ہی ہے، تو پھر جماعت نے پاکستان بننے کی اتنی حمایت کیوں کی؟ اور کیوں تحریکِ پاکستان کی اتنی سرگرمی سے تائید کی؟ جناح صاحب کو لندن سے واپس ہندوستان بلانے، مسلم لیگ کی اعلیٰ ترین سطح پر کام کرنے، پاکستان کی بیوروکریسی اور افواج وغیرہ کی تشکیل میں احمدی اتنے سرگرمِ عمل کیوں رہے؟

یہ بات اس وقت بھی کہی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ ابھی تو تم لوگ پاکستان کی حمایت کر رہے ہو لیکن جب پاکستان بن جائے گا تو پھر ملاؤں نے تمہارے ساتھ وہی سلوک کرنا ہے جو افغانستان میں کیا ہے۔ یعنی جس طرح حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ اور حضرت مولوی عبد الرحمان صاحبؓ اور حضرت مولوی نعمت اللہ صاحبؓ کو انتہائی ظلم کے ساتھ کابل میں شہید کیا گیا تھا اسی طرح کا سلوک پاکستان میں ہو گا۔ اس کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

’’دلّی کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ احمدی اِس وقت تو پاکستان کی حمایت کرتے ہیں مگر ان کو وہ وقت بھول گیا ہے جبکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بُرے سلوک کئے تھے۔ جب پاکستان بن جائے گا تو ان کے ساتھ مسلمان پھر وہی سلوک کریں گے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا۔۔۔فرض کرو ایسا ہی ہو جائے پاکستان بھی بن جائے اور ہمارے ساتھ وہی سلوک روا بھی رکھا جائے لیکن سوال تو یہ ہے کہ ایک دیندار جماعت جس کی بنیاد ہی مذہب، اخلاق اور انصاف پر ہے کیا وہ اس کے متعلق اِس نقطۂ نگاہ سے فیصلہ کرے گی کہ میرا اس میں فائدہ ہے یا وہ اس نقطۂ نگاہ سے فیصلہ کرے گی کہ اس امر میں دوسرے کا حق کیا ہے؟ یقیناً وہ ایسے معاملہ میں موٴخر الذکر نقطۂ نگاہ سے ہی فیصلہ کرے گی۔۔۔ پس قطع نظر اس کے کہ مسلم لیگ والے پاکستان بننے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے وہ ہمارے ساتھ وہی کابل والا سلوک کریں گے یا اِس سے بھی بدتر معاملہ کریں گے اس وقت سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑے میں حق پر کون ہے؟‘‘

(16 مئی 1947ء)

اس وقت بھی اور آج بھی، ہر معاملہ میں جماعت احمدیہ کا یہی طریق ہے اور ہر احمدی کا انفرادی طور پر بھی یہی طریق ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مفاد سے بلند ہو کر، اپنے ساتھ ہونے والے گزشتہ یا آئندہ سلوک کو نظر انداز کرتے ہوئے محض انصاف پر قائم رہے اور مظلوم کے ساتھ کھڑا ہو خواہ مظلوم کیسا ہی مخالف کیوں نہ ہو۔

قیام پاکستان کے بعد جن تین مواقع پر احمدیوں کے ساتھ خاص طور پر ظلم کیا گیا ان میں سے پہلا موقع 1953ء کا ہے۔ اس سے قبل بھی پاکستان میں احمدیوں پر مظالم ہوتے رہے مثلاً 1949ء میں کوئٹہ میں ایک احمدی میجر محمود صاحب کو مخالفین احمدیت کے ایک ہجوم نے چھریاں مار کر شہید کر دیا۔ تاہم پہلی مرتبہ منظم طور پر 1953ء میں صوبہ پنجاب میں جماعت کے خلاف ختم نبوت کے نام پر ایک تحریک چلائی گئی۔ مذہبی جماعتوں نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام اہم حکومتی عہدوں سے احمدیوں کو فارغ کیا جائے، خصوصاً حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کو، اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ ساتھ یہ دھمکی دی کہ اگر ایسا نہ ہوا تو راست اقدام کیا جائے گا۔ اس وقت کی حکومت جانتی تھی کہ مولویوں کے مطالبات کے خطرناک نتائج نکلیں گے چنانچہ یہ مطالبات مسترد کر دیئے گے۔ اس پر مولویوں نے صوبہ پنجاب کے مختلف شہروں میں ہنگامے شروع کئے احمدیوں کے مکانوں اور دکانوں کو آگ لگائی گئی۔ حکومتی دفاتر پر بھی حملے کئے گئے۔ ریلوے کے ٹریک توڑ دیئے گئے۔ ٹرینیں روک دی گئیں۔ اس پر پولیس نے سینکڑوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا مگر فساد بڑھتا ہی چلا گیا۔

اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ دولتانہ صاحب کی حکومت اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر مولویوں کی تائید کر رہی تھی۔ لیکن سرکاری میٹنگز میں وفاقی حکومت کو کہہ رہی تھی کہ مولویوں کو سختی سے کچل دینا چاہئے۔ اس پر گورنر خواجہ ناظم الدین صاحب نے صوبوں کو ایک خفیہ مراسلہ بھجا کہ نہ تو کسی کو اس کی خواہش کے برخلاف غیر مسلم قرار دیا جا سکتا ہے نہ ہی کسی کو اس کے مذہبی عقیدہ کی بناء پر عہدہ سے فارغ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن انہیں یہ بات کھلے عام کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ وہ مولویوں سے براہ راست ٹکر نہیں لینا چاہتے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کے محض چھ سال بعد ہی مولویوں کی عوام کو بھڑکانے کی طاقت کس قدر بڑھ چکی تھی۔ جب فساد ہر طرف پھیل گیا اور احمدیوں پر ہر روز حملے ہو رہے تھے، حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پیغام 4 مارچ کو شائع ہوا:

کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ ان شاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آ رہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے، وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں۔ مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 493)

دو دن بعد یعنی 6 مارچ 1953ء کو صوبہ پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اور یوں یہ فساد ختم ہوا۔ تاہم اس دوران چھ احمدی شہید کئے گئے۔ ایک احمدی کی غیر احمدی والدہ کو بھی شہید کیا گیا۔ اسی طرح متعدد سرکاری اہلکار بھی شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ دلچسب بات یہ ہے کہ بعض غیر مسلموں نے بھی اس موقع پر جماعت کی مخالفت کی۔ چنانچہ ایک مسیحی لیڈر، ظفر اقبال صاحب، نے لکھا:

میں برادران ملت سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کو زور شور سے جاری رکھیں۔ مرزائی اسلام، پاکستان کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں ہم اس تحریک میں برادران ملت کے ساتھ ہیں اور ہم دو قدم آگے بڑھ کر ہر قسم کی جانی و مالی قربانی دے کر مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کو کامیاب بنائیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 488)

دوسری مرتبہ 1974ء میں پھر مذہبی جذبات کو بھڑکا کر ایک تحریک چلائی گئی۔ چار ماہ تک مسلسل احمدیوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ احمدیوں کی دکانوں، کھیتوں، مساجد اور گھروں کو آگ لگائی گئی۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے تمام احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ رحیم یار خان کے تمام احمدیوں کو ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا۔ سرگودھا اور ڈسکہ میں تمام احمدی دکانوں کو بند کر دیا گیا۔ بھیرہ میں بائیکاٹ اتنا سخت تھا کہ احمدیوں کو فاقے کرنے پڑے۔ سرگودھا کے تمام احمدی مردوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بورے والا کے تمام احمدیوں کو شہر سے نکال دیا گیا۔

گجرانوالہ میں باپ بیٹا محمد افضل کھوکھر صاحب اور محمد اشرف کھوکھر

صاحب کو یکم جون 1974ء کو شہید کیا گیا۔ فسادیوں کے ہجوم نے ان کے گھر پر حملہ کیا۔ پہلے بیٹے کو پکڑ کے چھریاں ماری گئیں۔ اس سے ان کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ پھر اینٹیں مار کر سر توڑ دیا گیا۔ مرتے وقت بچے نے پانی مانگا تو ظالموں نے اس کے منہ میں ریت ڈال دی۔ اس کے بعد یہ لوگ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور احمدیت سے توبہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے اپنے بیٹے سے بھی ایمان میں کمتر سمجھتے ہو۔ اس پر اسی طریق پر باپ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

صوبیدار غلام سرور صاحب اور ان کے بھتیجے اسرار احمد خان صاحب کو ٹوپی میں 9 جون 1974ء کو شہید کیا گیا۔ فسادیوں کے ہجوم نے ان کے مکان پر حملہ کر کے گولیاں مار دیں۔ لیکن اس طرح ان کی حیوانیت کو پوری تسکین نہیں مل سکی۔ چنانچہ صوبیدار صاحب کی لاش پر گولیاں چلاتے رہے۔ پھر اس پر پتھر مارتے اور گلیوں میں گھسیٹتے رہے۔ ان کے بھتیجے اسرار احمد صاحب کی لاش پر خنجروں سے وار کرتے رہے۔ پھر ان کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں کھینچ کر لاش کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ یہ ان نام نہاد ختم نبوت کے محافظ اور اسلام کے علمبرداروں کا کردار ہے! یہ ظالم لوگ منسوب اپنے آپ کو آنحضورؐ کی طرف کرتے ہیں اور حرکتیں ساری کفار مکہ والی ہیں۔

اس بات پر کافی بحث ہوئی ہے کہ 1953ء میں ناکام ہونے والا مطالبہ 1974ء میں کیوں کامیاب ہوا؟ اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ مولوی سیاسی طور پر طاقتور ہو چکے تھے اور اب پارلیمنٹ میں موجود تھے۔ مفتی محمود صاحب کا یہی خیال تھا۔ دوسرے عرب ممالک کا تیل کی بے پناہ دولت کے بل بوتے پر اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا اور ان کے علماء کا پاکستان کے علماء سے قریبی رابطہ بھی تھا۔ چنانچہ ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے چند ہفتے بعد پاکستانی علماء کا ایک وفد سعودی عرب پہنچا اور وہاں کے علماء سے حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈالنے کو کہا۔ اس پر سعودی علماء نے بھٹو صاحب کو خط لکھا جس میں جماعت کے خلاف فیصلہ کن قدم اٹھانے کا مطالبہ کیا گیا۔ بھٹو صاحب کے قدیمی ساتھی مبشر حسن صاحب کے مطابق یہ آئینی ترمیم سعودیہ عرب کے دباؤ پر کی گئی تھی۔ چنانچہ رابطہ عالم اسلامی نے اپریل 1974ء میں ہی، جبکہ ابھی ربوہ ریلوے سٹیشن کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا، مکہ میں اپنی کانفرنس میں احمدیوں کو خارج از اسلام قرار دے دیا تھا۔ مولویوں کے فساد کے نتیجہ میں حالات قابو سے نکل رہے تھے چنانچہ معاملہ پارلیمنٹ میں اٹھانے کا اعلان کر کے گویا دباؤ سے بچنے کی کوشش کی گئی۔ یوں 7 ستمبر 1974ء کو آئینِ پاکستان میں دوسری ترمیم کی گئی اور ’’غیر مسلم‘‘ کی تعریف میں احمدیوں اور لاہوریوں کو بھی شامل کر دیا گیا۔

اسمبلی کی کاروائی سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو الہام ہوا وَسِّعۡ مَکَانَکَ، اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ اپنے مکان کو وسیع کر، ہم استہزاء کرنے والوں کے لیے کافی ہیں۔ اس کے بعد ان استہزاء کرنے والوں کا جو انجام ہوا اور بطور وزیر اعظم ان کے سرکردہ بھٹو صاحب کو جس طرح پھانسی دی گئی اور ان کے دو بیٹے اور ان کی سیاسی جانشین بیٹی قتل کئے گئے اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسی طرح آپؒ کو الہام ہوا فَدَمۡدَمَ عَلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ بِذَنۡۢبِہِمۡ فَسَوّٰىہَا تب ان کے گناہ کے سبب ان کے رب نے ان پر پے در پے ضربیں لگائیں اور اس بستی کو ہموار کر دیا۔ یہ الہام بھی آج تک بڑی شان سے پورا ہو رہا ہے۔ جس طرح پے در پے ضربیں لگ رہی ہیں وہ ایک دنیا دیکھ رہی ہے۔

اس جگہ ایک اور بات کا ذکر بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں ہمارے لئے ایک اہم سبق ہے۔ 1974ء کے واقعات کا ایک فوری سبب تھا۔ وہ یہ کہ ملتان نشتر میڈیکل کالج کے غیر احمدی سٹوڈنٹ کسی سفر پر جاتے ہوئے جب ربوہ کے ریلوے سٹیشن سے گزرے تو انہوں نے شدید بدتمیزی اور دشنام دہی کی۔ چند دن بعد جب واپسی پر وہ سٹوڈنٹ پھر ربوہ سٹیشن پہنچے تو وہاں پر موجود بعض احمدی نوجوانوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہو گئی۔ یہ نہیں کہ خدا نخواستہ کوئی چھریاں چاقو چلے ہوں۔ ایک بھی غیر احمدی نہ قتل ہوا نہ اس کا کوئی عضو ناکارہ ہوا۔ لیکن اس معمولی لڑائی کے واقعہ کو بنیاد بنا کر مولویوں نے ملک بھر میں پراپگنڈہ شروع کر دیا کہ گویا سینکڑوں سٹوڈنٹ قتل ہو گئے ہیں اور ان کی زبانیں کاٹ اور آنکھیں نکال دی گئی ہیں وغیرہ۔ یوں پورے ملک میں فساد کی آگ لگا دی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

’’پچھلے جمعہ کے موقع پر بھی مَیں نے ایک رنگ میں جماعت کو خصوصاً جماعت کے نوجوانوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ یہ تمہارا مقام ہے اسے سمجھو اور کسی کے لئے دکھ کا باعث نہ بنو اور دنگا فساد میں شامل نہ ہو۔۔۔ صبر اور دعا کے ساتھ اپنی زندگی کے لحات گزارو مگر اہل ربوہ میں سے چند ایک نے اس نصیحت کو غور سے سنا نہیں اور اس پر عمل نہیں کیا اور جو فساد کے حالات جان بوجھ کر اور جیسا کہ قرائن بتاتے ہیں بڑی سوچی سمجھی سکیم اور منصوبہ کے ماتحت بنائے گئے تھے اس کو سمجھے بغیر جوش میں آ کر وہ فساد کی کیفیت جس کے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی مخالفت کی اس تدبیر کو کامیاب بنانے میں حصہ دار بن گئے اور فساد کا موجب ہوئے۔۔۔ جنہوں نے بھی غلطی کی، غلطی کی ہے اور ہمیں اس چیز کو تسلیم کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ صرف انہوں نے غلطی نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنی ناسمجھی کے نتیجہ میں دشمن کے ایک سوچے سمجھے منصوبہ میں شمولیت کی اور جماعت کے لئے بھی پریشانی کے سامان پیدا کرنے کے موجب بنے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 31 مئی 1974ء)

پس کبھی بھی جماعت کے خلاف کوئی تحریک ہو، کوئی زیادتی ہو، کسی قسم کا ظلم کیا جائے کبھی بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں۔ اس جگہ بھی یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب بھٹو صاحب نے آئین میں ترمیم کر کے احمدیوں کو کافر قرار دینا تھا تو جماعت نے 1970ء کے انتخابات میں ان کی انتہائی پرجوش حمایت کیوں کی؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے مجھ پر اپنا یہ منشاء ظاہر فرمایا کہ اگر مغربی پاکستان میں کوئی ایک سیاسی جماعت مضبوط اور طاقتور بن کر نہ ابھری تو استحکام پاکستان کو بڑا ہی شدید صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہے۔۔۔ یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کسی تفصیل میں جائے بغیر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا کیا منشاء ظاہر فرمایا تھا تاہم صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء خواب کے ذریعہ یا پرشوکت الفاظ میں ظاہر ہوا تھا کہ پیپلز پارٹی ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے کامیاب کرنا الٰہی منشاء کے عین مطابق ہے۔

(شوریٰ 1973ء)

پس اس وقت بھٹو صاحب کی تائید بھی اذن الٰہی سے اور محض پاکستان کے مفاد میں کی گئی تھی نہ کہ اپنے کسی مفاد کی خاطر۔

تیسری مرتبہ ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ ناانصافی اور ظلم کا ایک نیا دور شروع کیا جو کہ تاریخ عالم میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ 1974ء میں احمدیوں کو آئین کی نظر میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، اب اس پر یہ اضافہ کیا گیا کہ احمدی چونکہ ہماری نظر میں مسلمان نہیں ہیں اس لئے ان کو مسلمانوں کی طرح نظر آنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ نہ تو براہ راست اور نہ ہی بالواسطہ طور پر۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ پہلے آپ یہ فیصلہ کریں کہ فلاں شخص انسان نہیں ہے بلکہ بکرا ہے۔ پھر یہ کہیں کہ چونکہ وہ میرے نزدیک انسان نہیں بلکہ بکرا ہے اس لئے اب وہ انسانوں کی طرح دو ٹانگوں پر چل نہیں سکتا اور انسانوں کی طرح کھانا پکا کر نہیں کھا سکتا اسے گھاس کھانی چاہئے اور بکرے کی آوازیں نکالنی چاہئیں۔ چنانچہ احمدیوں کے لئے سلام کرنا، قرآنی آیات لکھنا، مساجد کو

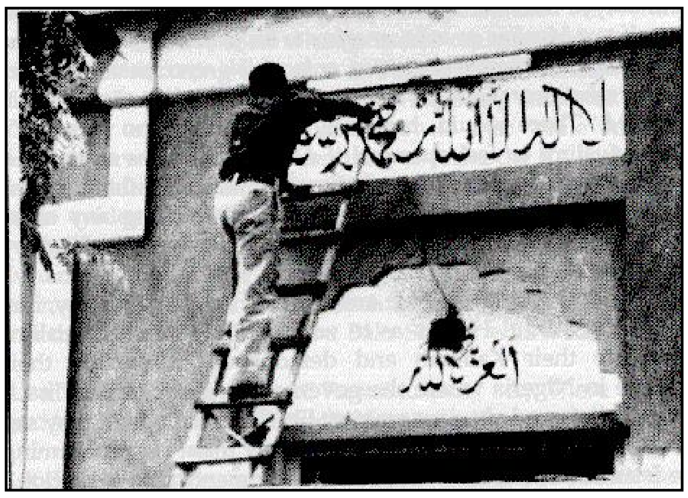

مساجد کہنا وغیرہ ایک لامتناہی سلسلہ ممنوعہ امور کا قرار دیا گیا جس کا دائرہ شادی کے کارڈوں پر بسم اللہ لکھنے اور عید کے موقع پر قربانی کرنے تک ممتد ہو چکا ہے۔

دنیا کی تاریخ میں یہ سلسلہ اس لئے انوکھا ہے کہ قرآن کریم کے مطابق آج تک ہر قوم نے یہ کہا کہ جن چیزوں پر ہم ایمان لاتے ہیں انبیاء کے ماننے والے بھی انہی چیزوں پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ الٹا اس بات پر غصہ کیا جا رہا ہے کہ احمدی ہماری طرح عبادت کیوں کرتے ہیں، وہی قرآن کیوں پڑھتے ہیں۔ اسی طریق پر مساجد کیوں تعمیر کرتے ہیں وغیرہ۔ عذر اس بات کا کیا ہے؟ کوکا کولا! اب آپ سوچیں گے کہ یہ کیا بات ہوئی؟ تو بات یہ ہوئی کہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے 1988ء میں یہ قرار دیا ہے کہ جس طرح کوکا کولا کے نام کے ساتھ کوئی اور کمپنی اپنا مشروب فروخت نہیں کر سکتی اسی طرح ہم کسی کو، جسے ہم مسلمان نہیں سمجھتے، یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ مسلمانوں کی طرح شکل و صورت اختیار کرے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ یعنی مذہب ان کے نزدیک ایک کمرشل پراڈکٹ ہے جس کے کاپی رائٹ ان کے پاس ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں نے کہا کہ جس حد تک ہو سکے ہماری نقل کرو۔ کسی ایک نبی نے یہ نہیں کہا کہ جو دین میں لایا ہوں اس پر کوئی دوسرا عمل نہیں کر سکتا۔ لیکن پاکستان کی سپریم کورٹ کا خیال اس سے مختلف ہے۔

بہر حال 1984ء کے اس آرڈیننس کے بعد سے تو مسلسل مظالم اور سختیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 1984ء سے اب تک 275 احمدیوں کو شہید کیا گیا ہے! 2000ء میں گھٹیالیاں میں مسجد میں 5 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا، اسی سال تخت ہزارہ میں بھی مسجد میں 5 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ 2008ء میں مونگ میں مسجد میں 8 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ اور 2010ء کا لاہور کی دو مساجد میں 80 سے زائد احمدیوں کی شہادت کا واقعہ تو دنیا بھر کی خبروں میں رپورٹ ہوا۔ بد اخلاقی اور ذہنی پستی کی یہ حالت ہے کہ اس دردناک واقعہ پر جب ایک سیاستدان نے احمدیوں کو ’’ہمارے بھائی‘‘ کہا تو الٹا ان پر یہ تنقید شروع ہو گئی کہ احمدیوں کو بھائی کیوں کہا ہے! 2014ء میں گجرانوالہ میں تین احمدی خواتین کو گھروں میں بند کر کے باہر سے آگ لگا دی گئی جس وہ شہید ہو گئیں۔ سینکڑوں لوگ باہر جمع تھے مگر کسی نے بچانے کی کوشش نہ کی۔ اکثر واقعات کی پولیس اطلاع کے باوجود کچھ نہیں کرتی۔ پولیس والے یا تو خود اسی ہیجان میں مبتلا ہوتے ہیں یا پھر اپنی جان بچانے کی خاطر لاتعلق بن جاتے ہیں۔

321 سے زائد احمدیوں پر توہین رسالت کے مقدمات قائم کئے گئے جس کی سزا موت ہو سکتی ہے۔ کئی ہزار احمدیوں پر دیگر مقدمات بنائے گئے۔ 106 مساجد شہید کی گئیں یا ان پر قبضہ کر لیا گیا یا بند کر دی گئیں۔ جماعتی کتب پر پابندی ہے۔ جماعتی ویب سائٹس تک رسائی بند ہے۔ قبرستانوں میں 25 سال پرانی قبریں اکھیڑ دی گئی ہیں۔ گھروں میں، کلینک پر، بس سٹاپ پر، بازار میں، مساجد میں، غرض ہر ممکنہ جگہ پر احمدیوں کو شہید کیا گیا ہے یہاں تک کہ عدالتوں کے اندر بلکہ جیل کے اندر بھی احمدی محفوظ نہیں۔ وہاں بھی ختم نبوت کے نام پر ان کو شہید کیا گیا۔

کیا اس سے احمدیوں کے حوصلے پست ہوئے ؟ نہیں بلکہ بڑھے۔ چنانچہ واقعہ لاہور کے متعلق خطبہ میں حضور ایدہ اللہ نے بیان فرمایا کہ:

ہم نے تو یہ نظارے دیکھے ہیں کہ باپ کے شہید ہونے پر اس کے نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تا کہ تمہارے ذہن میں یہ رہے کہ میرا باپ ایک عظیم مقصد کے لئے شہید ہوا تھا۔ تا کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ موت ہمیں اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کرسکتی۔ جہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے، جہاں ایسی مائیں اپنے بچوں کی تربیت کر رہی ہوں گی وہ قومیں کبھی موت سے ڈرا نہیں کرتیں۔ اور کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو روک نہیں سکتا۔

(شہدائے لاہور صفحہ 203-204)

وہ جنونیت، جو کہ مذہب کے نام پر ملا نے احمدیوں کے خلاف پھیلائی تھی، اب اتنی طاقتور ہو چکی ہے کہ اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ پاکستانی ہوں یا غیر ملکی سری لنکن، مسیحی، ہندو ہوں یا مسلمان ہر ایک اب اس جنون کا نشانہ بن رہا ہے۔ احمدی تو روزانہ اس کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ کہیں احمدی طلباء کو یونیورسٹیوں اور کالجوں سے نکال دیا جاتا ہے، کہیں احمدی اساتذہ کو تعلیم دینے سے روک دیا جاتا ہے، کسی جگہ احمدی دکانداروں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، کہیں احمدی ڈاکٹروں کو شہید کیا جا رہا ہے، کہیں احمدیوں کو نوکری سے نکالا گیا ہے۔ ختم نبوت کا حلف اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق مخاصمانہ بیان پر دستخط کے بغیر نہ شناختی کارڈ بن سکتا ہے نہ پاسپورٹ نہ ہی ووٹ۔ بلکہ حال ہی میں نکاح ناموں میں بھی ختم نبوت کا حلف شامل کرلیا گیا ہے۔ گلی بازاروں میں جماعت کے خلاف کھلے عام بینز آویزاں ہیں۔ بے شمار دکانوں میں احمدیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ دیواروں پر احمدیوں کو اسلام اور پاکستان کا غدار قرار دینے کے نعرے لکھے ہیں۔ اور یہ سب کچھ مقامی آبادی، مقامی انتظامیہ اور صوبائی یا وفاقی حکومت کی تائید سے کیا جاتا ہے۔

1984ء میں مظالم کے اس نئے زمانہ کی بنیاد ضیاء الحق صاحب نے اپنے آرڈیننس XX سے رکھی تھی۔ بھٹو صاحب ہی کی طرح ان کا انجام بھی عبرت ناک ہوا۔ حد سے زیادہ مظالم کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انہیں دعوتِ مباہلہ دی اور اس کے نتیجہ میں مقرر مدت کے اندر ضیاء الحق صاحب 1988ء میں بہاولپور میں نامعلوم طریق پر دوران پرواز ہلاک ہو گئے اور یوں حضورؒ کی اس دعا کی قبولیت کے مظہر بن گئے کہ:

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا

یہاں ضمناً یہ عرض کر دوں کہ 1990ء میں میں نے حضورؒ کی خدمت میں لکھا کہ بہاولپور سے یہ فتنہ اٹھا تھا کیونکہ سب سے پہلے احمدیوں کو ریاست بہاولپور نے غیر مسلم قرار دیا تھا، اور بہاولپور ہی میں اپنے انجام کو پہنچا۔ اذا ھلك کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ ان شاء اللہ اب ضیاء الحق جیسا پھر نہیں آئے گا۔ حضورؒ نے اس پر تحریر فرمایا کہ یہ اچھا نکتہ ہے اسے پھیلانا چاہئے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں آپ کے سامنے بھی پیش ہے۔

بیوقوف سیاستدان سمجھتے ہیں کہ احمدی تھوڑی سی تعداد میں ہیں ان کی قربانی دے کر وہ اپنی سیاست چمکالیں تو کیا برا ہے۔ چنانچہ مذہب کارڈ کھیلا جاتا ہے اور اپنے آپ کو ختم نبوت کا سپاہی کہا جاتا ہے، بلا وجہ ہی احمدیوں کے خلاف بیانات دیئے جاتے ہیں۔ گویا ہر کوئی ہم پر اپنی چھری تیز کرتا ہے۔ لیکن یہ رویے پھر سارے معاشرے کو دکھ سے بھر دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

جس چھری کو تم آج ہماری گردن پر چلنے کی اجازت دو گے خدا کی قسم وہ چھری ضرور تمہاری گردن پہ چلائی جائے گی۔ یہ وہ تقدیر ہے جسے تم تبدیل نہیں کر سکتے اور کبھی کسی نے تبدیل نہیں کیا۔ لیکن ہماری گردن کی حفاظت کی خدا نے ضمانت دی ہے۔۔۔ ہزاروں مرتبہ یہ چھریاں چلائی گئی ہیں اور آزمائش پہ آزمائش ہم پر گزر چکی ہے مگر تیز سے تیز چھری نے بھی جماعت کے سر کو جماعت کے تن سے جدا نہیں کیا۔ نہ پہلے کر سکے تھے نہ آج کر سکتے ہو نہ کل کرسکو گے۔ مگر جن چھریوں کو تم نے اجازت دی اور اگر تم نے اجازت دی تو وہ جب تمہارے اُوپر چلائی جائیں گی تو گہرے وار کریں گی اور گہرے زخم چھوڑیں گی اور ہوسکتا ہے تمہارے وجود کی بقا کو ہی خطرے میں ڈال دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 1989ء)

دیکھ لیں اب یہی ہو رہا ہے۔ ایسی مذہبی تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں اور اتنی طاقت پکڑ چکی ہیں کہ کسی حکومت میں ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں۔ ملا کھلے عام حکومتوں کو الٹی میٹم دیتے ہیں اور حکومتیں ان سے پر امن طور پر واپس جانے کی درخواستیں کرتی پھرتی ہیں۔ کسی شدت پسند تنظیم کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور وہ اگلے دن سر عام انتخابات میں حصہ لے رہی ہوتی ہے۔ مجال ہے جو کوئی ان کو کچھ کہہ سکے۔

پاکستان میں مظالم کی یہ تاریخ سن کر یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ باتیں صرف پاکستان تک یا انڈونیشیا اور الجزائر تک ہی محدود ہیں اور ترقی یافتہ اور مہذب ممالک میں ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کہاں کیا ہو گا لیکن وہ دائمی سنت جس کا آغاز میں ذکر کیا گیا تھا سب دنیا پر حاوی ہے۔ جہاں بھی جماعت ترقی کرے گی، اور جب بھی کسی جگہ یہ بات واضح ہو گی کہ احمدیت غالب آنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس کے خلاف ردعمل ہو گا۔ ایسے وقت میں پھر کسی تہذیب کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ یہودیوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، جس طرح ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جانوروں کی طرح ہانک کر انتہائی انسانیت سوز حالت میں زہریلی گیس سے قتل کیا گیا وہ کوئی صدیوں پرانا واقعہ نہیں ہے۔ سیاہ فام لوگوں سے ظالمانہ سلوک ابھی کل کی بات ہے بلکہ بعض صورتوں میں اب تک جاری ہے۔ مشرق میں بھی ترقی یافتہ قوموں نے سخت انسانیت سوز مظالم کئے اور بعض اس وقت بھی جاری ہیں اور مغرب میں بھی۔ ہمارے لئے جائے پناہ صرف ایک ہی ہے:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

پس ہمارے لئے عافیت کا حصار مہیا کر دیا گیا ہے۔ جو کہ اس وقت قدرت اولیٰ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے جانے کے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت احمدیہ کی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے۔ لیکن وہ، جو ظلم کرتے ہیں یا آئندہ کریں گے، ان کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یہ جواب ہے:

’’میری رُوح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ مَیں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔۔۔ (ملا کہتے ہیں ناں کہ یہ انگریزوں کا لگایا ہوا پودا ہے، انگریزوں کو گئے 75 سال ہو گئے اور ملاؤں نے اپنا سارا زور لگا لیا، لیکن کیا حاصل ہوا؟)۔۔۔ آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟‘‘

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 472-473)

پھر فرمایا: ’’اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔۔۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔۔۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اِسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔۔۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 50)

مظالم کا یہ دور ان شاء اللہ بہت جلد ختم ہو جانے والا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی دائمی اور غیر محرف و غیر مبدل سنت كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ:22) کے موافق بہرحال احمدیت نے غالب آنا ہے۔ چنانچہ 1903ء میں حضورؑ نے فرمایا:

اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔۔۔ ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66-67)

اس پیشگوئی پر 2053ء میں نصف زمانہ یعنی 150 سال گزر جائیں گے۔ پس مظلومیت کے تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں جن میں صدق و وفا دکھانے کا موقع ہے۔ پاکستان کے احمدیوں نے، اور ملیشیاء اور الجزائر اور بنگلا دیش اور انڈونیشیا اور ہندوستان اور افغانستان کے احمدیوں نے بھی، ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے اس عہد میں جو انہوں نے مسیح موعودؑ کے ساتھ باندھا ہے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ قربانیاں قبول فرمائے اور جلد احمدیت کے غلبہ کے دن ہمیں دکھائے۔ آمین۔

منور علی شاہد – جرمنی

چوہدری شمس الدین مرحوم لاہور کا ذکر خیر

ٹاؤن شپ لاہور کے ذکر کیساتھ ہی جس نیک فطرت شخصیت کا نام ذہنوں میں آتا ہے وہ ہے مکرم چوہدری شمس الدین صاحب مرحوم سابق صدر ٹاؤن شپ لاہور۔ آپ ایک انتہائی شریف، سادہ اور منکسرالمزاج انسان تھے۔ اپنی عاجزی انکساری اور ہنس مکھ طبیعت کے باعث بہت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔سفید پوش شخصیت تھے۔ محدود وسائل کیساتھ گھر کو چلایا بچوں کو پڑھایا اور ان کی شادیاں کیں۔ جماعت کے کاموں کو تدبر، فراست، عاجزی انکساری اور کیساتھ چلایا۔سفید پگڑی آپ کی شخصیت کی پہچان ہوا کرتی تھی۔ آپ میں خلافت اور نظام جماعت سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔عبادتوں خصوصاً پنج وقت نماز باجماعت کی ادائیگی آپ کا خاص وصف تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ واپڈا ہاؤس لاہور میں تعینات تھے تو وہاں بھی آپ نے گراؤنڈ فلور پر الگ سائڈ پر نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ مکرم عبدالحلیم طیب صاحب قائد ضلع ہوا کرتے تھے اور ان کا الائیڈ بنک ریگل بس سٹاپ کے قریب واقع تھا۔ وہ بھی اکثر نماز پڑھنے واپڈا ہاؤس چلے جاتے اور مجھے بھی متعدد بار وہاں نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ چوہدری شمش الدین صاحب کے بیٹے منیر الدین شمس صاحب اور خاکسار دونوں ضلعی مجلس عاملہ کے ممبر تھے، کم وبیش دس، بارہ سال ایک ساتھ کام کیا۔ لہذا جب جماعتی کام سے واپڈا ہاؤس ملنے جاتا تو نماز کے وقت وہیں نماز پڑھ لیتے اور مکرم چوہدری شمس الدین صاحب امامت کراتے تھے۔جس سے ان کی پنج وقت نماز کی ادائیگی سے والہانہ عشق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کی ٹاون شپ کی صدارت دو دہائیوں سے کچھ زائد عرصہ پر محیط رہی ہے اور اس دوران اللہ کے فضل سے حلقہ میں بہت ترقیات ہوئیں اور ایک مضبوط جماعتی نظام کی تشکیل ہوئی۔

تاریخ اور ماضی کے اگر اوراق پلٹے جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ کئی دہائیاں قبل اس نام کی کوئی مجلس یا حلقہ لاہور میں موجود نہ تھا پھر یہاں چوہدری مکرم شمس الدین صاحب ایسی نیک ہستی اس علاقہ میں پہنچی تو پھران کی دعاؤں، کوششوں کے نتیجہ میں یہاں کے رہنے والوں کے لئے آسانیاں پیدا ہونے لگی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ بعد یہاں نئی جماعت کا جنم ہوا اور وہ تیزی سے پھل پھولنے لگی اور ان ساری برکات کا سبب شمش الدین صاحب کی خلافت سے والہانہ وابستگی تھی۔ وقت گزرتا رہا اور آج یہاں نہ صرف جماعتی حلقہ موجود ہے بلکہ ’’ٹاؤن شپ‘‘ کے نام سے لوکل امارت بھی 2016ء میں معرض وجود میں آچکی ہے، اب یہاں ایک بڑی مسجد کی تعمیر ہوچکی ہے۔ اور احمدیوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ٹاؤن شپ کی بھی تقسیم ہوئی اور اس سے نئی جماعت ’’گرین ٹاؤن‘‘ کے نام سے معرض وجود میں آئی۔ ٹاون شپ جماعت کا قیام اور پھر لوکل امارت بننا، بعد ازاں جماعت اور ممبرز زیادہ ہونے اکے بعد نئی جماعت کا قیام، یہ سب لمبے سفر کے بعد ممکن ہوا۔ ان کے بیٹے اور ہمارے جماعتی کولیگ منیر الدین شمس صاحب کے مطابق میرے والد صاحب کے اس علاقہ میں آنے کے بعد کے شروع کے ایام میں ہمارا گھر نماز سنٹر رہا، پھر ایک احمدی کا گھر خالی ہوا تو وہ کرایہ پر لیا لیکن پھر دوبارہ ہمارا کا گھر سنٹر بن گیا۔

چوہدری شمس الدین صاحب کہا کرتے تھے کہ جب تک جماعت کا اپنا سنٹر نہ ہو وہاں ترقی ممکن نہیں ہوتی۔ پھر ایک وقت آیا کہ ان کی سب سے بڑی خواہش اللہ نے پوری کی اور ٹاؤن شپ میں خانہ خدا یعنی مسجد کی تعمیر مقامی احباب کی دعاؤں اور احباب جماعت کی کوششوں اور مالی قربانیوں کی بدولت تعمیر ہوئی اور 1992 میں مسجد کی تعمیر کا خواب حقیقت کے روپ میں ڈھل گیا۔تعمیر مسجد ٹاؤن شپ کی روئیداد بھی بہت ایمان افروز ہے۔مناسب وقت پر ایک کینال اور چار مرلہ کا ایک پلاٹ فروری 1991ء آپ کے دور میں خریدا گیا۔ مقامی طور پر مالی تنگی کے باوجود لوکل جماعت کے فنڈز کے علاوہ لاہور کے دیگر حلقہ جات سے بھی چندہ اکٹھا کیا گیا، مرکز سے قرض حاصل کیا گیا اور کچھ احمدی احباب نے انفرادی طور پر مسجد کی تعمیر میں بہت مدد کی۔ ان میں مکرم عبد الطیف ستکوہی صاحب کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ مکرم چوہدری شمس الدین صاحب صدر جماعت ٹاؤن شپ کے پاس سائیکل سواری تھی، مکرم ستکوہی صاحب شام کو اپنی کار لے آتے اور دونوں مل کر لاہور کے احباب سے مسجد ٹاؤن شپ کے لئے چندہ اکٹھا کرتے۔ بعد ازاں مسجد کا نقشہ تیار اور منظور کرایا گیا۔ جب تعمیر کا وقت آیا تو پھر پیسے کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے غیبی سامان پیدا کئے اور انڈس ویلی کنسٹرکشن کمپنی کے مالک مکرم میجر (ریٹائرڈ) شاہد عطاء اللہ صاحب کے اہل خانہ نے تعمیر کے اخراجات برداشت کرنے کی خواہش ظاہر کی اور الحمد للہ اس کو پورا کیا اور اسٹرکچر مکمل ہوگیا۔ بعد ازاں اس کی مکمل فنشنگ یعنی پلستر، فرش وغیرہ کا کام لوکل جماعت ٹاؤن شپ نے مکمل کرائے اور یوں 1992ء میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی الحمد للہ، اس کا نام ’’بیت الکریم‘‘ رکھا گیا تھا۔ بعد ازاں کئی سال تک یہ مسجد مقامی ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے احباب کے اجلاسات کے لئے استعمال ہوتی رہی۔ آپ کی وفات کے بعد یہاں جمعہ نماز کی ادائیگی بھی شروع ہوگئی اور پہلا جمعہ مکرم مرزا ناصر محمود صاحب مربی انچارج لاہور نے مکرم منیر احمد شیخ صاحب امیر جماعت احمدیہ کی ہدایت پر 7 مئی 2010ء کو پڑھایا، اس وقت صدر جماعت مکرم منیر الدین شمس صاحب ابن مکرم چوہدری شمس الدین صاحب تھے۔ اس سے پہلے دسمبر 2006 میں یہ جگہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے نام ٹرانسفر ہوچکی تھی۔

مکرم چوہدری شمس الدین صاحب کے دور صدارت میں ٹاؤن شپ کے سیکٹر سی ون، سی ٹو، ڈی ون اور ڈی ٹو میں جب احمدی گھرانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو آپ نے مشاورت سے سیکٹر ڈی ٹو میں ایک پانچ

مرلہ کا پلاٹ خرید کر جو ایک احمدی دوست مکرم شیخ ناصر احمد کی ملکیت تھا، جولائی 2000 میں نیا حلقہ گرین ٹاؤن بننے کیساتھ ہی وہاں بھی نماز سنٹر بنادیا تھا۔

لاہور میں آمد کے بعد کا ابتدائی دور

مکرم چوہدری شمس الدین صاحب ٹاؤن شپ کے علاقہ میں آنے سے پہلے 1959ء - 1960ء میں شیخوپورہ سے ٹرانسفر ہوکر شاہ جمال کالونی لاہور میں گھر خرید کر رہائش اختیار کی اور خدام الاحمدیہ کیساتھ وابسطہ رہے اور خدمت دین کی توفیق پائی۔ رحمان پورہ کے سیکرٹری تحریک جدید بھی رہے۔ اس دور میں مکرم شیخ ریاض محمود صاحب جب قائد ضلع لاہور تھے تو انکے زعیم حلقہ کی حیثیت سے ایک مثالی وقار عمل کرنے کی توفیق ملی تھی۔ آپ محکمہ واپڈا میں ملازم تھے۔ 1967ء میں جب آپ کو ٹاؤن شپ میں گھر الاٹ ہوا تو وہاں شفٹ ہوگئے اور اس وقت ٹاؤن شپ کا علاقہ زیادہ تر بالکل ہی غیر آباد تھا۔ چھ سے آٹھ سال تک یہاں کے احمدی احباب جماعت ماڈل ٹاؤن جماعت کے ساتھ منسلک رہے۔ اس وقت جب مکرم مبشر دہلوی صاحب ماڈل ٹاؤن کے قائد مجلس تھے، آپ کو بطور زعیم حلقہ کام کرنے کی توفیق مل اور پہلی بار علم انعامی لینے والی مجلس عاملہ میں مکرم چوہدری شمس الدین صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ انصار اللہ میں جانے کے بعد بھی آپ کا جماعتی کاموں میں دلچسپی نہ صرف برقرار رہی بلکہ اس میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوا اور آپ کو اس وقت کے مکرم چوہدری افتخار صاحب زعیم اعلیٰ کی عاملہ میں بطور زعیم ٹاؤن شپ حلقہ کام کرنے کی توفیق ملی اور اسی زعامت نے پھر اول پوزیشن کیساتھ علم انعامی حاصل کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب ٹاؤن شپ کی پہلے والی ویرانی ختم ہورہی تھی اور اس کی جگہ اب نئے گھر اور نئی آبادیاں بن رہی تھیں جس کے باعث مزید نئے احمدی گھروں کی آمد بھی ہوچکی تھی یوں ٹاؤن شپ کے میں احمدیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا تھا۔ 1976ء تک یہاں بہت سے احمدی گھرانے آباد ہو چکے تھے اور احمدیوں کی تعداد میں خاطر اضافہ ہوچکا تھا اور تب ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس وقت کے امیر صاحب نے 1977 ’’ٹاؤن شپ‘‘ حلقہ کو ’’ماڈل ٹاؤن‘‘ سے الگ کرنے

کا فیصلہ کیا اور اس نئے جماعتی حلقہ ’’ٹاؤن شپ‘‘ کے لئے مکرم چوہدری ادریس نصراللہ خان صاحب کی بطور نگران صدر ٹاؤن شپ نامزدگی کی اور پھر اگلے سال 1977ء - 1978ء کے لئے ٹاؤن شپ کے پہلے صدر کا انتخاب ہوا جس میں چوہدری صاحب صدر جماعت منتخب ہوئے اور کئی دہائیوں تک اس ذمہ داری کو احسن طریق سے نبھایا۔ صدر جماعت بننے سے پہلے آپ نے سیکرٹری مال، سیکرٹری اصلاح و ارشاد، دعوت الی اللہ کی حیثیت سے خدمت دین کی توفیق پائی۔ جلسہ سالانہ ربوہ پر جانے کے لئے ٹاؤن شپ کے احباب و فیملیز کے آنے اور جانے کے لئے بسوں کا انتظام بخوبی کرتے رہے، ٹرانسپورٹ کی عدم دستیابی والے احباب کی خاص طور پر مدد کرتے تا کہ وہ جلسہ کی برکات سے محروم نہ رہ سکیں۔ دعوت الی اللہ کے کاموں میں بھی آپ پیش پیش رہتے تھے اور پر جوش اور نڈر داعی الی اللہ تھے اور مہمانوں سے بھری بسیں ربوہ لے جایا کرتے تھے۔ صبح فجر کی نماز کے بعد پارک کی سیر کو جاتے اور سیر کے دوران ہر ملنے والے کو سلام کہتے اور کوشش کر کے گفتگو کا موقع پیدا کرتے۔

آپ کی زندگی سے وابستہ قابل ذکر واقعات میں بطور زعیم اعلیٰ مجلس ٹاؤن شپ پاکستان بھر میں پانچویں پوزیشن حاصل کر کے شوریٰ پر حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ سے سند خوشنودی کا وصول کرنا ہے۔ 1991ء فروری میں ٹاؤن شپ میں مکرم رانا ریاض صاحب کی شہادت ہوئی تھی جب کہ ان کے والد رانا عبد الستار صاحب کو شدید زخمی کر دیا تھا بلکہ اپنی دانست میں مار کر چلے گئے تھے۔ روزنامہ الفضل ربوہ کے 7/ فروری 1991ء کے شمارہ کے صفحہ اول پر تفصیل موجود ہے۔ 2007ء میں مکرم چوہدری شمس الدین صاحب لندن جلسہ پر گئے اور حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات کے دوران جناح کیپ پہنے ہوئے تھے، جس پر حضور ایدہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ آپ پگڑی کیوں نہیں لائے؟ جس پر چوہدری صاحب نے عرض کی کہ حضور دوسرے ملک میں پگڑی کی حفاظت مشکل ہے، اس لئے نہیں لایا۔ حضور ایدہ اللہ نے مسکرا کر فرمایا آج یا کل نماز مغرب پر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے ملاقات کر لیں۔ ملاقات ہونے پر مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ کی پگڑی اور تولہ دیا جسے آپ پاکستان میں بھی پہنتے رہے۔ جماعت کی مالی تحریکات میں شمولیت کا منفرد اور الگ انداز تھا۔ تحریک جدید، وقف جدید میں لمبی فہرست مرحومین کی ہے جن کا چندہ آپ ادا کرتے رہے۔ خلفاء کی طرف سے جاری کی گئی تحریکات میں ہر سال جون میں کچھ نہ کچھ ضرور ادا کرتے تھے اور تمام مدات میں ایک رسید اپنی طرف سے کاٹتے۔

عشق نماز اور خانہ خدا سے محبت کا یہ حال تھا کہ آپ کی وفات بھی نماز فجر کے لئے مسجد جاتے ہوئے راستہ میں ہوئی۔ آپ کے بیٹے اور اس وقت کے صدر جماعت ٹاؤن شپ مکرم منیر الدین شمس صاحب کے مطابق وفات والے دن (15جون 2009ء) کو گھر میں نماز تہجد اور سنتوں کی ادائیگی کے بعد گھر سے نماز فجر کے لئے نکلے۔ وہیں گھر سے خاکسار اور میرے بیٹے (ان کے دونوں پوتے) مکرم منتظر احمد مربی سلسلہ اور مکرم ثمر احمد بھی نماز کے لئے گھر سے گاڑی میں نکلے۔ گاڑی والے ہم تینوں ’’بیت الکریم‘‘ پہنچ گئے لیکن چوہدری شمس الدین صاحب وہاں نہ تھے۔ صدر صاحب جماعت نے مکرم منتظر احمد صاحب مربی سلسلہ (ان کے پوتے) کو نماز پڑھانے کا کہا، جبکہ خاکسار کو شدید پریشانی تھی کہ چوہدری صاحب مسجد کیوں نہیں پہنچے؟ نماز ختم ہوئی تو ایک مقامی نمازی کو مسجد کی گلی کے کونے پر زمین پر آپ بیٹھے نظر آئے۔ انہوں نے سہارا دیکر مسجد پہنچایا۔ خاکسار نے درس بھی نہ سنا اور پریشانی میں گیٹ پر گیا وہاں آپ کرسی پر بیٹھے تھے اور خوب پسینہ آیا ہوا تھا۔ میں نے ان کے بوٹ اتارے اور درد، تکلیف بارے پوچھا۔ آپ نے کہا مجھے اندر لے چلو نماز کے لئے۔ خاکسار نے سہارا دیا تو بمشکل چند قدم چل سکے۔ اندر سے تمام نمازی بھی آ گئے۔ چارپائی پر آپ کو بٹھایا گیا مگر آپ بیٹھ نہ سکے۔ اسی دوران ایمبولنس بھی آ گئی، مسجد کے اندر ہی چارپائی پر آپ کی سانسیں بند ہوگئیں۔ سانس بحال کرنے کی کوشش کی گئی مگر آپ جانبر نہ ہو سکے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اسی ایمبولنس نے جناح ہسپتال پہنچایا جہاں ڈاکٹروں نے ان کی وفات کی تصدیق کر دی۔ آپ کی نماز جنازہ اسی دن بعد نماز عصر بیت الکریم میں مکرم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے پڑھائی۔ اگلے روز ربوہ میں حافظ مظفر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مبشر احمد کاہلوں صاحب نے تدفین کے بعد دعا کرائی۔ 2/ جون 2009ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی (روزنامہ الفضل ربوہ 7/ جولائی 2009ء صفحہ 7) آپ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑے تھے۔ بیٹوں میں مکرم منیر الدین شمس صاحب، مکرم نصیر الدین صاحب حال مقیم بیلجیم اور مکرم صلاح الدین طارق حال مقیم یوکے شامل ہیں۔

(بشکریہ منیر الدین شمس صاحب جنہوں نے تصاویر اور معلومات فراہم کرنے میں مدد کی)

بقیہ: ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام ...... از صفحہ 6

پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے اس سے یہ مطلب ہے کہ جب وہ چار برس کے ہوئے۔ کیونکہ یہ وقت تو بچوں کے پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب آمیز امر نہیں ہے۔ ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے‘‘

(تفسیر آل عمران صفحہ 35)

رحیمن صاحبہ اہلیہ قدرت اللہ صاحب ریاست پٹیالہ نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ روزانہ صبح سیر کے لئے جایا کرتے تھے۔ صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم کی عمر اس وقت اندازاً تین سال کی تھی۔ میں اور حافظ حامد علی صاحب کی لڑکی آمنہ مرحومہ امۃ الحفیظ بیگم کو باری باری اٹھا کر ساتھ لے جاتی تھیں۔ چونکہ حضورؑ بہت تیز رفتار تھے۔ اس لئے ہم پیچھے رہ جاتے تھے۔ تو امۃ الحفیظ بیگم ہم سے کہتیں کہ ’’ابا کے ساتھ ساتھ چلو‘‘۔ اس پر میں نے کہا کہ میں تھک جاتی ہوں تم حضرت صاحب سے دعا کے لئے کہنا۔ اس پر صاحبزادی نے حضرت صاحب سے کہا۔ آپ نے فرمایا۔ ’’اچھا! ہم دعا کریں گے کہ یہ تم کو ہمارے ساتھ رکھے۔‘‘ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور آمنہ کو اتنی طاقت دی کہ ہم صاحبزادی کو اٹھا کر ساتھ ساتھ لے جاتیں اور لے آتیں مگر تھکان محسوس نہ ہوتی۔

(سیرت المہدی روایت نمبر 1321)

حضورؑ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ سیر کو جا رہے تھے۔ حضرت اماں جان نے کہلا کر بھیجا کہ امۃ الحفیظ رو رہی ہیں اور ساتھ جانے کی ضد کر رہی ہیں۔ آپؑ نے ملازمہ کے ہاتھ ان کو بلوایا اور گود میں اٹھا کر لے گئے۔

(دختر کرام از فوزیہ شمیم صفحہ 6-7 ایڈیشن 2007ء)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں:

’’میری ہمشیرہ امۃ الحفیظ بالکل چھوٹی سی تھیں کسی جاہل خادم سے ایک گالی سیکھ لی اور توتلی زبان میں حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کسی کو دی۔ آپ نے بہت خفگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اس چھوٹی عمر میں جو الفاظ زبان پر چڑھ جاتے ہیں وہ دماغ میں محفوظ بھی رہ جاتے ہیں اور بعض دفعہ انسان کی زبان پر مرتے وقت جاری ہو جاتے ہیں۔ بچے کو فضول بات ہرگز نہیں سکھانی چاہیے۔‘‘

(تقریر ذکر حبیب جلسہ سالانہ مستورات از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ الفضل 3/ جنوری 1974ء صفحہ 3 بحوالہ دخت کرام)

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار

رپورٹ: محمد اکرم محمود۔ صدر مجلس انصار اللہ ڈنمارک

عوامی سیاسی و جمہوری میلہ ڈنمارک

امسال مجلس انصار اللہ ڈنمارک کو دو عوامی و سیاسی میلوں میں شرکت کی توفیق ملی۔ یہ دونوں میلے دو مختلف جزیروں پر منعقد ہوئے۔ ان کی مختصر رپورٹ قارئین الفضل کے لئے پیش خدمت ہے۔

بورن ہولم

مجلس انصار اللہ ڈنمارک کو مورخہ 16 تا 19 جون 2022ء بورن ہولم جزیرہ پر منعقد ہونے والے ایک عوامی میلہ میں شرکت کی توفیق ملی۔

بورن ہولم ڈنمارک کے مشرق اور سویڈن کے جنوب اور پولینڈ کے شمال میں بالٹک سی میں واقع ایک جزیرہ ہے جسکا رقبہ 58938 مربع کلو میٹر ہے اور آبادی 40215 ہے۔ اس علاقہ کے لوگوں کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی، فشنگ، ڈیری فارمنگ اور ٹورزم ہے۔ اس جزیرہ پر جرمنی اور سویڈن کا بھی قبضہ رہ چکا ہے۔ اور آج کل یہ ڈنمارک کا حصہ ہے۔

اس جزیرہ پر جانے کے لئے ڈنمارک اور سویڈن سے شپ چلتے ہیں۔ ڈنمارک سے شپ کا راستہ پانچ گھنٹے کا ہے جبکہ سویڈن سے ایک گھنٹہ بیس منٹ لگتے ہیں۔ یہ جزیرہ موسم سرما میں اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے سیاحوں کا مرکز بنا رہتا ہے۔ اس جزیرہ پر ڈنمارک میں واقع بلند پہاڑ اور آبشار بھی ہیں۔ اس جزیرہ میں تاریخی چرچ بھی موجود ہیں جو دسویں صدی میں تعمیر ہوئے اور گول شکل کے ہیں اس طرح کے چرچز پورے ڈنمارک میں 7 ہیں جن میں سے 4 اس جزیرہ پر واقع ہیں۔

یہ عوامی میلہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد میلہ ہے جہاں پر ڈنمارک کی ساری سیاسی جماعتیں اور دیگر آرگنائزیشنز اپنے اپنے اسٹینڈ لگاتی ہیں اور عوامی مسائل پر مختلف ڈسکشن پروگرامز رکھے جاتے ہیں۔ اس موقع پر عوام الناس بآسانی وزیر اعظم سے لیکر کسی بھی سیاسی لیڈر سے بآسانی مل سکتے ہیں۔ اس عوامی جلسہ کو منعقد کرنے کا خیال 2010ء میں اس وقت کے وزیر داخلہ بیرٹل ہارڈر کو آیا جب انہوں نے سویڈن میں اسی طرح کے ایک میلہ میں شرکت کی۔ اس ایڈیا کو سب سیاسی پارٹیوں نے پسند کیا۔ چنانچہ 2011ء میں پہلی بار یہ عوامی میلہ بورن ہولم میں منعقد کیا گیا جس میں دس ہزار لوگوں نے شرکت کی۔ ابتداء میں یہ میلہ کچھ مشکلات کا شکار رہا لیکن مقامی انتظامیہ نے اس میلہ کو اس جزیرہ پر ہی منعقد کرنے کے لئے انتھک کوشش کی جو کامیاب رہی۔ اب ہر سال پورے ڈنمارک سے ہزاروں لوگ اس میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں۔ یہ میلہ نہ صرف سیاستدانوں کے لئے ایک نیٹ ورکنگ کا نہایت موثر مقام ہے بلکہ سینکڑوں میڈیا سے تعلق رکھنے والے لوگ اور صحافی بھی اس میں شامل ہوتے ہیں اور نیشنل ٹی وی پر اس مقام پر ہونے والے مختلف پروگراموں کو لائیو بھی دیکھایا جاتا ہے۔

گزشتہ سال کرونا کی وجہ سے اکثر پروگرام محدود داخلے کے ساتھ منعقد کئے گئے اور زیادہ تر لوگ لائیو سٹریم کے ذریعہ اس میں شامل ہوئے لیکن امسال بغیر کسی پابندی کے سب کو شامل ہونے کی اجازت تھی اس لئے ہزاروں کی تعداد میں ڈنمارک کے مختلف علاقوں سے لوگ اس میں شامل ہوئے۔

اس عوامی میلہ میں دو انصار اور دو خدام شامل ہوئے اور آٹھ ہزار سے زائد فولڈر تقسیم کرنے کی توفیق ملی اور بے شمار لوگوں سے اسلام اور مذہب کی ضرورت پر ڈسکشن کرنے کا موقع ملا۔ اس عوامی میلہ کی خاص بات یہ ہے کہ لوگ بڑی دلچسپی کے ساتھ آپ کی بات سنتے اور اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں۔ اس موقع پر کئی حکومتی اور دیگر اداروں کی اہم شخصیات کو پیغام پہنچانے کا موقع بھی ملا۔ بے شمار لوگوں نے جماعتی فولڈر مسلم فور پیس اور مسلم فور لویلٹی کو بہت پسند کیا۔ کئی لوگ ہمیں گلے لگا کر اپنی محبت کا اظہار کرتے۔ کچھ بآواز بلند کہتے کے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اس پیغام کی تائید کرتے ہیں۔ کئی لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ کو اس جگہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی اس معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنی رائے کا کھل کر اظہار کرسکیں۔

اس موقع کی مناسبت سے تیسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں سے متنبہ کرنے کے لئے جماعتی کمپین پر مبنی ایک فولڈر بھی خصوصی طور پر تیار کر کے تقسیم کیا گیا۔

رپورٹ عوامی میلہ میون ڈنمارک

میون جزیرہ کوپن ہیگن سے 120 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس کی کل آبادی 9385 افراد پر مشتمل ہے۔ 2014ء میں اس جزیرہ پر پہلی دفعہ اس عوامی میلہ کا آغاز کیا گیا جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہر سال ترقی کرتا گیا۔ الحمد للہ گزشتہ چار سالوں سے مجلس انصار اللہ ڈنمارک کو بھی اس میلہ میں شرکت کی توفیق مل رہی ہے۔

اس میلہ کا مقصد مقامی، علاقائی اور قومی تنظیموں کو ایک جگہ اکٹھا کرنا اور ایک ایسا پلیٹ فارم دینا ہے جہاں وہ عوام کے ساتھ براہ راست بات چیت کرسکیں۔ اس میلہ میں سیاسی، سماجی اور دیگر تنظیمیں اپنا اسٹینڈ لگاتی ہیں۔ یہاں پر آپ بآسانی مختلف سیاسی راہنماوں سے مل سکتے اور بات چیت کر سکتے ہیں۔

اس دو روزہ میلہ میں امسال بھی جماعت کو اپنا اسٹال لگانے کی توفیق ملی۔ اس میلہ کی انتظامیہ نے پہلے دن مختلف اسکولوں اور کالجز کو مدعو کیا جو کے پورے ریجن سے بسوں کے ذریعہ اس جگہ پہنچے اور اپنے اسکول کا ایک دن اس میلہ میں گزار اور مختلف اسٹالز سے معلومات حاصل کرتے رہے۔ الحمد للہ جماعتی اسٹینڈ پر مختلف ڈینش لٹریچر اور ڈینش قرآن کریم رکھا گیا جس میں لوگوں نے بڑی دلچسپی دکھائی اسی طرح اسلام کے بارہ میں مختلف سوالات کرتے رہے۔ اس موقع کی مناسبت سے محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں کے بیجز بھی خاص طور پر تیار کئے گئے جس کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور بیج لگا کر تصاویر بناتے رہے۔

الحمد للہ یہ تبلیغی اسٹال بہت کامیاب رہا اور پانچ انصار نے اس تبلیغی اسٹینڈ میں شرکت کی اور لوگوں کو اسلام احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

دعا کا تحفہ

حصول محبت الٰہی کی دُعا

حضرت عبد اللہؓ بن یزید الانصاری کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی دُعاؤں میں (محبتِ الٰہی کی) یہ دُعا بھی پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقنِی حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنفَعُنِيی حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰھُمَّ ما رَزَقْتَنِی مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّی فِيمَا تُحِبُّ، وَمَازَوَيْتَ عَنِّی مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّی فِيمَا تُحِبُّ

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ:- اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا کر اور اس کی محبت بھی جس کی محبت مجھے تیرے حضور فائدہ بخشے۔ اے اللہ! میری محبوب چیزیں جو تو مجھے عطا کرے ان کو اپنی محبوب چیزوں کی خاطر میرے لئے قوت کا ذریعہ بنا دے اور میری جو پیاری چیزیں تو مجھ سے علیحدہ کر دے ان کے بدلے اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا فرمادے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 53)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

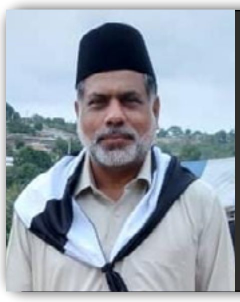

رپورٹ: باسط احمد۔ مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ

میڈیکل کیمپ ہیومینیٹی فرسٹ

ہیومینیٹی فرسٹ آئیوری کوسٹ (Côte d'Ivoire) کو دوران ماہ اگست مفت میڈیکل کیمپ کے انعقاد کے ساتھ ساتھ 2 مختلف مقامات پر نصب مشینوں کے افتتاح کی توفیق ملی۔ اس پروگرام کے تحت مورخہ 13 اگست 2022ء کی صبح میڈیکل آئیوری کوسٹ کی ٹیم بواکے ریجن (Bouake) میں واقع مختلف مقامات پر خدمت انسانیت کے کاموں کے لئے آبی جان سے روانہ ہوئی۔ روانگی سے قبل مکرم امیر و مشنری انچارج آئیوری کوسٹ مکرم عبدالقیوم پاشا صاحب نے دعا کروائی۔ اس وفد کی قیادت خاکسار (ریجنل مشنری بواکے) کے حصہ میں آئی۔ ٹیم میں جنرل سیکرٹری ہیومینیٹی فرسٹ مکرم یحیی وترا صاحب (Yaya Ouattara) و دیگر 3 اراکین کے ساتھ میڈیکل سٹاف احمدیہ کلینک آبی جانکے 3 افراد بھی شامل تھے۔ آڈیو ویڈیو ڈیپارٹمنٹ سے مکرم یونس اکانفے صاحب نیز جابی عبدالرحمان صاحب شریک سفر تھے۔ شام پانچ بجے یہ ٹیم 460 کلومیٹر کا سفر طے کر کے ایک گاؤں Drakokaha پہنچی جہاں کچھ عرصہ قبل ہیومینیٹی فرسٹ کی جانب سے دو مشینیں (مکئی و انام پیسنے کی چکی نیز چاول جھڑنے کی مشین) بطور عطیہ نصب کی گئی تھی اور آج انکا باقاعدہ افتتاح کیا جانا مقصود تھا۔ باوجود ناسازگار موسم کے اہل گاؤں ایک کثیر تعداد میں موجود تھے۔ خرابیٔ موسم کے باعث کوئی بڑی تقریب منعقد نہ ہوسکی تاہم ٹیم نے ان مشینوں کا افتتاح کیا جس کے بعد خاکسار نے دعا کروائی۔ اس موقع پر آئی ہوئی خواتین نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ انکے گاؤں میں اس طرح کی مشین نہ ہونے کے سبب اپنی اجناس پیسنے کے لئے 20 کلومیٹر دور دوسرے گاؤں میں جانا پڑتا تھا

اس عطیہ کے سبب انکی مشکل آسان ہوگئی ہے اور بسہولت اجناس پیس سکیں گے۔ انہوں نے تہہ دل سے ہیومینیٹی فرسٹ کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ ہیومینیٹی فرسٹ اپنی خدمت انسانیت کے کاموں کو ہمیشہ جاری رکھے۔

ہیومینیٹی فرسٹ کے وفد نے رات کچولا گاؤں کے ہوٹل میں بسر کی اور اگلی صبح ناشتہ کے بعد اگلی منزل مانگروڈوگو کے لئے روانہ ہوئی۔ یہ جگہ ریجنل ہیڈکوارٹر بواکے سے 170 کلومیٹر دور اور آبی جان سے تقریباً 500 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ جہاں پر ہیومینیٹی فرسٹ کی طرف سے مفت میڈیکل کیمپ نیز مفت بلڈ ٹیسٹ، مفت شوگر ٹیسٹ و مفت ہیپاٹائیٹس ٹیسٹ کا انعقاد کیا گیا تھا جس کے ساتھ ہی جماعت بواکے کے تعاون کے ساتھ عطیہ خون کیمپ کا بھی انعقاد تھا۔ جبکہ ساتھ ہی اس گاؤں میں ہیومینیٹی فرسٹ کی جانب سے کچھ عرصہ قبل انام و مکئی پیسنے کی چکی بھی نصب کی گئی تھی جس کا افتتاح بھی کیا جانا تھا۔

مانگروڈوگو پہنچنے پر اہلیان گاؤں نے چیف کے ہمراہ وفد کا پرجوش استقبال کیا۔ کچولا سے وفد میں 3 ڈاکٹرز اور 2 میڈیکل سٹوڈینٹس اور پیرامیڈیکل سٹاف کے 2 ممبران بھی شامل ہو گئے۔ جبکہ بلڈ ڈونیشن کی ٹیم بواکے سے آئی۔ تمام ٹیموں نے اپنے سامان کو سیٹ کیا اور دعا کے ساتھ ان تمام پروگرامز کا آغاز ہوا۔ مریضوں کے معائنہ کے لئے تین ٹیبلز لگائے گئے۔ مریضوں کے معائنہ کے لئے مکرم ڈاکٹر احمد کولیبالی صاحب (dr. Ahmed Coulibaly) ماہر امراض معدہ آبی جان ہسپتال، ڈاکٹر ابراہیم ڈوکرے صاحب پروفیسر پیتھالوجی آبی جان میڈیکل یونیورسٹی نیز ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب میڈیکل سپیشلسٹ نے سرانجام دیا جبکہ میڈیکل کالج بواکے کے 2 سٹوڈینٹس نے انکی معاونت بھی کی۔ مریضوں کی رجسٹریشن کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا جس میں عبدالقہار صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجسٹریشن کا کام کیا۔ ایک خیمہ میں پیرامیڈیکل سٹاف کے ممبران موجود تھے اور مریضوں کی مرہم پٹی، انجکشن، ڈرپس اور بلڈ پریشر وغیرہ کا کام بخوبی سرانجام دے رہے تھے۔ علاوہ ازیں اس خیمہ میں مریضوں کے فری شوگر ٹیسٹ اور ہیپاٹائیٹس ٹیسٹ بھی کئے جاتے

رہے۔ دوران کیمپ عطیہ خون کی ٹیم بھی ایک خیمہ میں سامان کے ساتھ موجود تھی اور عطیہ خون کے ساتھ ریفریشمنٹ مہیا کرنے میں مصروف رہی۔ دوران کیمپ 290 افراد کا طبی معائنہ کیا گیا اور مفت دعائیں بھی دی گئیں۔ 85 سے زائد افراد کا شوگر اور 90 سے زائد کا ہیپاٹائیٹس کا ٹیسٹ کیا گیا۔ 150 سے زائد مریضوں کا بلڈ پریشر چیک کیا گیا۔ 21 خون کی بوتلز بھی عطیہ کی گئیں۔ بعد نماز ظہر تک میڈیکل کیمپ کی سرگرمیاں جاری رہیں۔

اسی گاؤں میں ہیومینیٹی فرسٹ کے فوڈ پراجیکٹس کے تحت مکئی اور اجناس پیسنے والی مشین بھی گزشتہ عرصہ میں نصب کی گئی تھی جس کے افتتاح کا پروگرام عمل میں آیا جس کے افتتاح کے بعد مقامی خواتین کی خوشی دیدنی تھی کہ انھیں اب اپنے گاؤں میں ہی آٹا بنانے والی مشین میسر آ گئی تھی۔ گاؤں کی عورتوں کی نمائندگی میں انکی صدر نے ہیومینیٹی فرسٹ کی گراں قدر خدمات کا شکریہ ادا کیا۔ سہ پہر 3 بجے میڈیکل کیمپ اور دیگر سرگرمیوں کا اختتام ہوا اور ٹیم کامیاب دورہ کے بعد واپسی کے لئے روانہ ہوئی۔ رات بواکے مشن میں قیام کے بعد 15 اگست دوپہر 2 بجے بخیریت آبی جان پہنچ گئی۔ الحمد للہ علی ذلك

اللہ تعالیٰ ہیومینیٹی فرسٹ کی سرگرمیوں میں برکت ڈالے اور خدمت انسانیت کے مزید پروجیکٹس پر خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرماتا جائے۔ آمین

رپورٹ: جاوید رحیم۔ نمائندہ الفضل آن لائن سری لنکا

وزیر مذہبی امور سری لنکا کی جماعت احمدیہ کے وفد سے ملاقات

جماعت احمدیہ سری لنکا کے نیشنل سیکرٹری صاحب تبلیغ سمیت چار ممبران کا ایک وفد کو وزارت از بدھ مت (وزارت مذہبی امور) سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملا۔ اِس وزٹ کا پروگرام 22 اگست 2022ء کو منعقد ہوا۔

وزیر صاحب Mr. Vidura Wikramanayaka نے وفد کو بڑے احسن رنگ میں خوش آمدید کیا۔ جماعت احمدیہ کے متعلق اُن کو تعارف کروانے کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصاویر اُنہیں دی گئی۔ اُس کے بعد عربی متن کے ساتھ القرآن سنہالیز ترجمہ اُنہیں دیا گیا۔ نبیوں کا سردار کا سنہالیز ترجمہ اور World Crisis and Pathway to Peace کا سنہالیز ترجمہ بھی دیا گیا۔ جو کہ بڑی عزت اور خوشی کے ساتھ انھوں نے اِن سب کو وصول کیا۔

وزیر کو چار بڑے مذاہب کی پیشین گوئیوں پر مبنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس دور کے مصلح ہونے کے دعوے کے بارے میں بتایا گیا۔ وزیر صاحب کو حال ہی میں منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ یوکے کے بارے میں بھی بتایا گیا اور احمدیہ مسلم پیس پرائز کے بارے میں بھی تفصیلات بتائی گئیں۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

سانحہ ارتحال

مکرم مسرور احمد نعیم ولد محمد احمد نعیم صاحب (مرحوم) مربی سلسلہ اعلان بھجواتے ہیں کہ

خاکسار کے ماموں مکرم محبوب احمد راجیکی صاحب آف سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین مؤرخہ 23 جولائی 2022ء بروز ہفتہ سعد اللہ پور میں بعمر 86سال وفات پا گئے۔مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔آپ کی میت سعد اللہ پور سے ربوہ لائی گئی اور مؤرخہ 24 جولائی 2022ء کو مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب قائمقام ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے بعد از نماز عصر دار الضیافت ربوہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔نماز جنازہ کے بعد بہشتی مقبرہ دار الفضل ربوہ میں آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔تدفین کے بعد مکرم طاہر احمد شمس مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔

مکرم محبوب احمد راجیکی صاحب 1935ء میں حضرت مولوی غلام علی راجیکیؓ کے گھر پیدا ہوئے۔حضرت مولوی غلام علی راجیکیؓ،حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ کے چچا نظام الدین صاحب کے بیٹے تھے۔آپ کا تعلق وڑائچ قوم سے تھا۔حضرت غلام علی راجیکیؓ نے 1898ء میں بیعت کی سعادت پائی۔حضرت غلام علی راجیکیؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے محبوب احمد راجیکی صاحب اور چار بیٹیوں 1:امۃ السلام صاحبہ مرحومہ زوجہ مولانا محمد احمد نعیم صاحب مرحوم مربی سلسلہ آف دار الرحمت وسطی ربوہ، 2:امۃ القیوم صاحبہ مرحومہ زوجہ مبشر احمد صاحب مرحوم آف سعد اللہ پور، 3:امۃ الرشید صاحبہ (حال کینیڈا) زوجہ منصور احمد صاحب مرحوم، 4:امۃ الحفیظ صاحبہ (حال کینیڈا) زوجہ محمود احمد صاحب مرحوم سے نوازا۔

محبوب احمد راجیکی صاحب مولوی غوث محمد صاحب کے نواسے تھے۔آپ کا پیشہ طبابت تھا۔آپ 37 سال تک سعد اللہ پور کے صدر جماعت رہے۔ آپ کو تین دفعہ اسیر راہِ مولیٰ رہنے کی توفیق ملی۔آپ حضرت محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے سچے فدائی، خلافت سے بے حد محبت رکھنے والے اور پنج وقتہ نماز کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ باقاعدگی کے ساتھ لمبی تہجد ادا کرنے والے وجود تھے۔بہت دعا گو اور صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 02 ستمبر 2022ء کو خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

’’بے شمار موقع پر خدا تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشا۔ صاحب رؤیا اور کشوف بھی تھے۔ اسیری کے دوران بھی ان کو کئی دفعہ خوابیں آتی رہیں کہ فلاں دن رہائی ہوگی یا فلاں وقت یہ واقعہ ہوگا اور اسی طرح ہوتا بھی رہا۔ دن میں اکثر درود شریف اور دعاؤں میں مصروف رہتے۔ ایک شخص نے لکھا کہ ایک دن فجر کی نماز کے لئے آپ آئے تو انہوں نے ان کو ہاتھ لگایا تو بڑا تیز بخار تھا لیکن اس کے باوجود مسجد میں آئے باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے۔ اور MTA سے تعلق اور خلافت سے محبت کا یہ حال تھا کہ اونچا سننے لگے تھے، سمجھ نہیں بھی آتی تھی، تب بھی خطبہ کے دوران ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر ضرور سننے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ارد گرد کے گاؤں کے غیر احمدی بہت زیادہ آئے بلکہ پہلے بھی آتے رہتے تھے اور بڑا اعتقاد تھا ان سے دعائیں کرایا کرتے تھے، وفات کے بعد تو آئے ہی افسوس کرنے اور دعائیں کراتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر یہ احمدی نہ ہوتے تو سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ان کے مرید ہوتے۔ ان کی دعاؤں کی قبولیت کے کئی غیر احمدیوں نے بھی واقعات بیان کئے ہیں اور مثالیں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

محبوب احمد راجیکی صاحب نے پسماندگان میں دو بیٹے مقبول احمد صاحب مقیم جرمنی، مبرور احمد صاحب مقیم لاہور اور ایک بیٹی امۃ الحئی صاحبہ مقیم جرمنی یادگار چھوڑے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ مرحوم کے درجات بلند کرتے ہوئے اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء کرے۔ آمین

فقہی کارنر

بسم اللہ جہراً پڑھنا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

بسم اللہ جہراً اور آہستہ پڑھنا، ہر دو طرح جائز ہے ہمارے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب (اللّٰھم اغفرہ وارحمہ) جوشیلی طبیعت رکھتے تھے۔ بسم اللہ جہراً پڑھا کرتے تھے۔حضرت مرزا صاحب جہراً نہ پڑھتے تھے ایسا ہی میں بھی آہستہ پڑھتا ہوں۔صحابہ میں ہر دو قسم کے گروہ ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کسی طرح کوئی پڑھے، اس پر جھگڑا نہ کرو۔ ایسا ہی آمین کا معاملہ ہے ہر دو طرح جائز ہے۔بعض جگہ یہود اور عیسائیوں کو مسلمانوں کا آمین پڑھنا بُرا لگتا تھا تو صحابہ خوب اونچی پڑھتے تھے۔ مجھے ہر دو طرح مزہ آتا ہے کوئی اونچا پڑھے یا آہستہ پڑھے۔

(بدر مئی 1912ء صفحہ 3)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

غصہ

غلط بات پر غصہ آجانا شرافت کی نشانی ہے لیکن اسی غصے کو پی جانا مومن کی نشانی ہے۔حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے ایک حوض سے پانی پلایا جاتا تھا تو ایک خاندان کے کچھ لوگ آئے۔ ان میں سے کسی نے کہا تم میں سے کون ابو ذر کے پاس جائے گا اور ان کے سر کے بال پکڑ کر ان کا محاسبہ کرے گا؟ ایک شخص نے کہا میں یہ کام کروں گا چنانچہ وہ شخص ان کے پاس حوض پر گیا اور ابو ذر کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ابو ذر اس وقت کھڑے تھے پھر بیٹھ گئے اس کے بعد لیٹ گئے۔ اس پر انہوں نے کہا کیوں لیٹے تھے؟ اس پر انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا تھا جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس کا غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک وگرنہ وہ لیٹ جائے۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 5 صفحہ 152 مطبوعہ بیروت)

شیطان آگ سے بنا ہے اور غصہ کے وقت شیطانی آگ کو بجھانے کے لئے ہمیں پانی پی لینا چاہیے بیٹھ کے تا کہ ہمارے اندر کی آگ بجھ سکے۔ لہٰذا ہمیں اپنے غصے پر ہمیشہ قابو رکھنا چاہیے۔

(مرسلہ: ڈاکٹر نجم السحر صدیقی۔ جرمنی)

طلوع وغروب آفتاب

23/ستمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:53	18:16
مدینہ منورہ	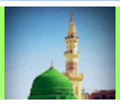	04:53	18:17
قادیان		04:56	18:24
ربوہ		04:36	18:04
اسلام آباد ٹلفورڈ	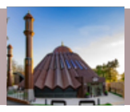	05:21	19:00